قصر اللہ عزوجل کا صدقہ ہے تو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو

تاریخی نام

باغ نماز سفر

۱۴۴۱ھ

سفر کے شرعی احکام



تالیف

مولانا محمد مہتاب عالم قادری مصباحی (ایم اے)

خلیفہ سرکار طاہر ملت بلگرامی

سربراہ اعلیٰ مدرسہ اہل سنت گلشن رضا کان پور

شعبۂ نشر و اشاعت مدرسہ اہل سنت گلشن رضا

مسجد بشیر اسٹیٹ ۹۱/۱۴۶ ہیرامن پوروہ، کان پور 208001

ناشر المجلس الاسلامی کان پور

قصر اللہ عزوجل کا صدقہ ہے تو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ الحدیث

تاریخی نام

باغ نماز سفر

۱۴۴۱ھ

سفر کے شرعی احکام

تالیف
مولانا محمد مہتاب عالم قادری مصباحی (ایم اے)
خلیفہ سرکار طاہر ملت بلگرامی
سربراہ اعلیٰ مدرسہ اہل سنت گلشن رضا

شعبۂ نشر و اشاعت
مدرسہ اہل سنت گلشن رضا مسجد بشیر اسٹیٹ
۹۱/۱۴۶ ہیرامن پوروہ کانپور پن کوڈ: 208001

ناشر:
المجلس الاسلامی۔ کانپور

تاریخی نام	:	باغ نماز سفر ۱۴۴۱ھ
نام کتاب	:	سفر کے شرعی احکام
مصنف	:	مولانا محمد مہتاب عالم قادری مصباحی شہری صدر آل انڈیا غریب نواز کونسل، کان پور
پروف ریڈنگ	:	مولانا غلام حسن قادری ابو العلائی صدر مدرس مدرسہ اہلسنّت گلشن رضا، کان پور
	:	مولانا محمد جنید برکاتی مصباحی کان پور
ناشر	:	المجلس الاسلامی۔ ہیرامن پوروہ، کان پور
باہتمام	:	مدرسہ اہلسنّت گلشن رضا۔ ہیرامن پوروہ کان پور
کمپوزنگ سرورق	:	ملٹی کلر (مرزا تنویر رضا بیگ حشمتی)
سن طباعت	:	۲۰۲۰ء / ۱۴۴۲ھ

حاصل کریں

(۱) مسجد بشیر اسٹیٹ 91/146، ہیرامن پوروہ، کان پور
(۲) فیاض الحسن بک سیلر، نئی سڑک کانپور
(۳) مولانا مفتی اشفاق احمد برکاتی صاحب، کالپی شریف
(۴) مولانا شاہد رضا جامعی، نزد بڑی مسجد، بگان شیب پور، ہوڑہ
(۵) اقبال احمد انصاری، 83/143-144 A1، جوہی پرم پوروہ، کان پور
(۶) محمد سکندر عالم، چمن باغ، پکری براواں، نوادہ (بہار)

آئینۂ باغ نماز سفر

تعارف مرتب

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں (میرؔ)

استاذ گرامی وقار حضرت مولانا محمد مہتاب عالم قادری مصباحی صاحب قبلہ حفظہ اللہ اتر پردیش کے مشرقی ضلع بلیا کے مقام کرمر میں ۲۱ راگست ۱۹۷۲ء کو ماسٹر محمد خلیل کے یہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش سنجیدہ و دینی ماحول میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مغربی بنگال کے ہوڑہ شہر میں حاصل کیا اس کے بعد آپ نے از ہر ہند "باغ فردوس" الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ کا رُخ کیا۔ یہاں آپ دورۂ حدیث تک کے حصول تعلیم کی تگ ودو میں منہمک رہے۔ ۱۹۸۹ء میں جامعہ ھذا سے فراغت حاصل کی۔ یوپی الہ آباد بورڈ کے امتحانات منشی، کامل، عالم، فاضل معقولات، دینیات، ادب و طب میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ علاوہ ازیں معلم اُردو ادب جامعہ اردو علیگ اور ایم اے اردو مگدھ یونیورسٹی، گیا (بہار) سے سند حاصل کی۔

اساتذۂ کرام آپ کے اساتذہ میں مقتدر علمائے کرام علامہ امین الدین حامدی برادرِ اکبر حضرت علامہ عبد الرؤف بلیاوی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ، شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خاں عزیزی، علامہ عبد الشکور اورنگ آبادی، علامہ اسرار احمد اعظمی، علامہ نصیر الدین، علامہ اعجاز احمد مبارک پوری، ادیب شہیر خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی، محقق مسائل جدیدہ علامہ مفتی نظام الدین اور علامہ شمس الہدیٰ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں۔

شرف بیعت آپ جانشین مفتیِ اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری حضور تاج الشریعہ ازہری میاں قدس سرہٗ العزیز

بریلی شریف کے دست حق پرست پر شرفِ بیعت کی لازوال دولت سے نہایت کم سنی میں مالامال ہوئے۔

خلافت واجازت تاجدار بلگرام سید المشائخ شیخ طریقت حضرت علامہ سید میر محمد طاہر میاں واسطی سرکار طاہر ملت بلگرامی سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ واحدیہ طیبیہ مدظلہ العالی کی دور رس نگاہوں نے آپ کے چہرے کو ایک ملاقات میں پڑھ لیا۔ ۲۰۱۷ء کے عظیم الشان ''سرکار بغداد کانفرنس'' کے اجلاس میں آپ کے کردار وعمل اور کارکردگی کو نہ صرف سراہا بلکہ بروقت خلافت قادریہ واحدیہ طیبیہ عالیہ سے نوازا۔ استاذ گرامی کو سلسلہ قادریہ چشتیہ ابوالعلائیہ کی بھی اجازت وخلافت آج سے سالوں پہلے فیروز آباد شریف سے حاصل ہے۔

مزاج مبارک آپ کی شخصیت قرآن مجید کی آیۂ طیبہ '' مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ''(محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل) کی واضح پرتو ہے۔ آپ ایک طرف گستاخان رسالت مآب ﷺ کے حق میں انتہائی سخت ہیں تو وہیں دوسری جانب محبان رسول مقبول ﷺ کے تئیں انتہائی نرم ہیں۔ اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَ الْبُغْضُ فِي اللّٰهِ کی تصویر آپ کے کردار وعمل سے نمایاں ہے، آپ ہمہ وقت رب کے فضل ورضا کی جستجو میں سرگرداں رہتے ہیں اور آپ نہایت ہی منکسر المزاج اور نرم خو ہیں، میں نے بارہا عقیدت مندوں کو سلسلۂ ارادت میں داخلے کے لیے عرض کرتے سنا ہے آپ برجستہ جواب میں ایک ہی جملہ ارشاد فرماتے ہیں: ''گناہوں کی گٹھری خود کی نہیں سنبھلتی تو دوسروں کی ضمانت بھلا کیوں کر سنبھالی جائے۔''

آپ عقائد اہل سنت میں سخت اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نہایت پابند ہیں۔ بدمذہبوں کی صحبت سے اجتناب کے ساتھ دوسروں کو بچنے کی

نصیحت کرنا آپ کا شیوہ ہے اور اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ سخت تنبیہ کرتے رہتے ہیں کہ وہ بد مذہبوں کے اختلاط اور ان کی نشست و برخاست سے بچیں۔ بظاہر مزاج کے سخت معلوم پڑتے ہیں اور کوئی بھی آپ کو دیکھے تو اسے ایسا لگتا ہے کہ آپ غصے میں ہیں جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ فی الواقع آپ اس قدر نرم دل ہیں کہ جب کوئی بھی آپ سے آپ بیتی سناتا ہے تو فوراً آپ کے چہرے پر اس کا اثر نمایاں ہونے لگتا ہے۔

زیارت حرمین شریفین ستمبر ۲۰۱۲ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور ۲۰۱۹ء میں عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔

مشغلہ درس و تدریس اور مسلک اہلسنّت و جماعت (مسلک اعلیٰ حضرت) کی ترویج و اشاعت اور قوم و ملت کی صلاح و فلاح کی خاطر دامے، درمے، قدمے، سخنے بہر طور ایسے متحرک و فعال ہیں کہ نوجوان رشک کریں۔ تمام تر مصروفیات کے باوجود آل انڈیا غریب نواز کونسل کے شہری صدر کی ذمہ داری بخوبی نبھانا اخلاقی اور ملی فریضہ سمجھتے ہیں، یہی نہیں بلکہ مدرسہ اہل سنت گلشن رضا کا مکمل نظم و نسق سنبھالنے کے ساتھ ساتھ مسجد بشیر اسٹیٹ ہیرا من پوروہ کان پور کے تعمیراتی و توسیعی و تمام تر انتظامی امور میں بہت دخیل ہیں۔

تالیف و ترتیب آپکی تالیف و ترتیب مطبوعات میں سے بیعت کیا ہے، رسالہ جہیز، آئینۂ طہارت، قضائے عمری کا آسان طریقہ، زکاۃ اسلام کا پُل، جمال نور، جدید ٹیکنالوجی کے مسائل پر مشتمل "طریق طہارت"، نبی کا علم غیب احادیث سے پوچھیے، (پوسٹر) پیغام رضا، شب برأت، متفرق ہینڈ بلس، قضائے عمری کی ادائیگی میں چار آسانیاں منظر عام پر آچکی ہیں، جن سے ایک عالم اکتساب فیض کر رہا ہے۔ آپ اپنے نمایاں کارناموں اور تحریری نگارشات اور تالیفات و ترتیبات کی بنیاد

پرارباب علم و دانش کے مابین منفرد شناخت رکھتے ہیں۔

زیرنظر کتاب جوکہ تاریخی نام ''باغ نماز سفر'' ۱۴۴۱ھ سے موسوم ہے اور ''سفرکے شرعی احکام'' کے نام سے متعارف ہے اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ آپ نے اس میں غایت حسن و خوبی کے ساتھ افہام و تفہیم کے منفرد انداز سے کام لیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ استخراج اور حوالہ جات قاری کو مطمئن کرتے نظر آتے ہیں اور جس کی وجہ سے قاری ذوقِ مطالعہ میں بالیدگی محسوس کرتا ہے۔ آج کا انسان آج کی ہماہمی اور مسافرت کی تگ ودو میں لیل و نہار کی پرواہ کیے بغیر طائر سماوی کی طرح پرواز کرتا رہتا ہے ایسے مصروف ترین وقت میں اس کے لیے درمیان سفر نماز کی بصحت ادائیگی کا مسئلہ نہایت اہم ہے، یہ کتاب سفر کے اکثر مسائل پر محیط اور حل مسائل میں نہایت مفید ہوگی۔ ان شاء اللہ عزوجل

دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ بحرمۃ حبیبہ المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء استاذ گرامی کی اس نیک سعی کو شرف قبول عطا فرمائے اور مسلمانوں کو درمیان سفر احکام شرع پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

(مولانا) غلام حسن قادری ابوالعلائی
خادم مدرسہ اہل سنت گلشن رضا
کان پور (یوپی)

شرف انتساب

ثانی امام اعظم ابو حنیفہ مجدد اعظم مولانا الشاہ امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۰؍شوال المکرم ۱۲۷۲ھ/ ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ) کے نام گرامی کہ بے شک جن کے قلم دان کی روشنائی قیامت کے دن شہیدوں کے لہو کے ساتھ وزن کی جائے گی۔

و

وارث علوم رضا تاجدار اہل سنت مرشدی الکریم قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری جانشین مفتی اعظم ہند بریلی شریف علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۴؍ذی القعدہ ۱۳۶۱ھ/ ۷؍ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ) کی نورانی بارگاہ میں جن کے دامن کرم کی وابستگی نے دین حق مسلک اعلیٰ حضرت کا پابند وکار بند بنایا۔

و

گوشہ گیر عالم باعمل دین وسنت مسلک اعلیٰ حضرت کے بے لوث مبلغ استاذی واستاذ زمن حضرت علامہ الحاج الحافظ حکیم محمد امین الدین الحامدی رحمۃ اللہ علیہ (یکم مئی ۱۹۰۷ء/ ۲۹؍رجب المرجب ۱۹۸۷ء) کے اسمائے گرامی کی طرف منسوب ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اسیر رضا فقیر محمد مہتاب عالم قادری مصباحی

هدیۂ تشکر

تالیف وتصنیف کا میدان کس قدر سنگلاخ ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں، بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلی اور مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا خصوصی فیضان ہے اور مرشد اجازت حضور مخدوم ملت سرکار طاہر میاں صاحب قبلہ واسطی بلگرامی دام ظلہٗ العالی والنورانی کی خاص نگاہ عنایت ہے کہ مسائل سفر پر مشتمل "سفر کے شرعی احکام" نامی کتاب معرض تحریر میں آئی۔ غربائے اہلسنّت وجماعت کیلئے اس کا اشاعتی کام بھی کوئی کم دشوار کن نہیں، اس کی طباعت کی عظیم فکر روز اول سے ہی لاحق تھی۔ ناچیز نے اپنے مخلصین احباب رفیق گرامی جناب رفیق الرحمٰن نگر نگم کان پور، جناب ارشاد احمد وجملہ برادران کان پور اور برادرِ نسبتی عزیزم محمد سکندر عالم نوادہ بہار جو کہ اسلام و سنیت کے بہی خواہ اور قوم وملت کے دردمند ہیں ان سے اس کا تذکرہ کیا اور انہیں سفر کے مسائل کی ضرورتوں سے آگاہ کیا اور اس کی اشاعت کا احساس دلاتے ہوئے کہا کہ یہ قلمی جہاد اور صدقہ جاریہ ہے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا بے پایاں کرم ہوا کہ ان حضرات نے نہایت خندہ پیشانی اور فراخ دلی کے ساتھ بار طباعت کو اپنے ذمہ کرم میں قبول فرمالیا، الحمدللہ یہ فکر دور ہوگئی۔ حدیث نبوی ﷺ: "مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ" (جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ کب اللہ کا شکر گزار ہوگا) کے مطالعہ نے دل کو جذبۂ تشکر سے تھمنے نہ دیا۔ فقیر قادری اس موقع پر اپنے مخدوم گرامی سرکار طاہر ملت بلگرامی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کا شکر گزار ہے جنہوں نے اپنے دعائیہ کلمات سے نواز کر کتاب کی قبولیت میں اضافہ فرما دیا۔ مصلح ملت حضرت علامہ مفتی عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ دامت برکاتہ کا کرم بالائے کرم کہ انہوں نے اپنا نہایت قیمتی اور مصروف ترین وقت کا خاص حصہ کتاب کی نظر ثانی اور اس کی اصلاح پر

صرف فرمایا اور حرف تقدیم کی گراں قدر تحریر کو شامل کتاب فرما کر اس کی افادیت اور اہمیت میں چار چاند لگا دیا۔ اس کے ساتھ ہی رفیق گرامی حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان صاحب جنہوں نے اپنے گراں قدر تاثر سے نوازا۔ میں اپنے ان تمامی مخلصین حضرات کا بہ صمیم قلب شکر گزار ہوں۔ میں اس موقع پر مولانا محمد جنید مصباحی برکاتی اور تلمیذ رشید مولانا غلام حسن قادری ابوالعلائی کو فراموش نہیں کر سکتا جو کتاب کے مواد اکٹھا کرنے، حوالہ جات کی تلاش، پروف ریڈنگ اور دوسرے طباعتی کاموں میں میرے شانہ بہ شانہ معاون بن کر کھڑے رہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہمارے علماء ومشائخ کی بافیض زندگی کا سایہ رحمت ہمارے سروں پر دراز فرمائے اور مخلصین ومعاونین کے کاروبار کو عروج ثریا بخشے اور ان کے نیک مقاصد کو پورا فرمائے اور آخرت میں وافر حصہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیه و علیٰ اله و افضل الصلوٰة و التسلیم

گدائے رضا

محمد مہتاب عالم قادری مصباحی

(سربراہِ اعلیٰ)

مدرسہ اہل سنت گلشن رضا، کان پور (یوپی)

گراں قدر تاثر

حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان صاحب دام ظلہٗ العالی

استاذ جامعہ عربیہ، سلطان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　حامداً و مصلیاً و مسلما

فاضل گرامی حضرت مولانا الحاج محمد مہتاب عالم قادری صاحب مصباحی میرے مخلص دوست اور ہم سبق ساتھی ہیں۔ برصغیر ہندو پاک کی عظیم دینی دانش گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ میں ہم دونوں نے متعدد سالوں تک ایک ساتھ تعلیم حاصل کی اور فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد ناچیز راقم الحروف جامعہ عربیہ سلطان پور میں ملازم ہوگیا اور مولانا موصوف نامور ادیب اور متدین عالم دین حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی سرپرستی میں دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ میں تعلیمی خدمات پر مامور ہوگئے پھر چریاکوٹ سے صنعتی شہر کان پور میں علمی و دینی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ مولانا موصوف لائق و فائق، نہایت متحرک وفعال اور باصلاحیت عالم دین ہیں، تصنیف وتالیف سے اچھا خاصا شغف رکھتے ہیں۔ اب تک ان کے رشحات قلم سے مختلف موضوعات پر کم وبیش نصف درجن کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

کتاب مستطاب مسمّٰی بہ "سفر کے شرعی احکام" مولانا موصوف کی جدید اور تازہ تصنیف ہے۔ اصلاح اور نظر ثانی ادیب شہیر حضرت نعمانی صاحب قبلہ نے فرمائی ہے، نیز حرف تقدیم کے عنوان سے حضرت نے اپنی گراں قدر تحریر اس میں شامل فرمائی ہے جس سے اس کتاب کی اہمیت وافادیت اور مرتب کے ساتھ حضرت کی وابستگی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مرتب کتاب کی حیات و خدمات پر انہیں کے شاگرد رشید حضرت مولانا غلام حسن قادری ابوالعلائی نے تعارف کے عنوان سے ایک اہم اور قیمتی مضمون تحریر فرمایا ہے، جس میں مولانا موصوف کی روشن و تاب ناک زندگی کے اہم گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے ان سب کے بعد مجھ جیسے ناچیز کے لیے اس کتاب کے حوالے سے کچھ تحریر کرنے کا کوئی موقع نہیں رہ جاتا البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ انسانی زندگی میں سفر ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جس سے ہر کسی کو واسطہ پڑتا ہے کسی کو کم تو کسی کو زیادہ اور دریں اثنا نماز و روزہ اور دوسرے دینی مسائل درپیش ہوتے ہیں۔ سر دست کتاب ''سفر کے شرعی احکام'' میں مسائل سفر کو نہایت ہی آسان لفظوں میں مستند کتب فقہ کے حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ دورانِ سفر بہت سے مسائل کے حل میں یہ کتاب نہایت ہی مفید اور کارآمد ہے۔ اس لیے گزارش ہے کہ اس کتاب کو سفر میں اپنے ساتھ رکھیں اور فائدہ اٹھائیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ عز و جل اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ و طفیل مولانا موصوف کی عمر دراز فرمائے اور مولانا کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ان سے مزید دینی و ملی خدمات جلیلہ مقبولہ لے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ و علیٰ اٰلہٖ وافضل الصلوٰۃ و التسلیم

(مولانا) محمد سلیمان مصباحی
حامل التدریس والافتاء
جامعہ عربیہ، سلطان پور

(یکم ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ)

تقریظ حسن

خلیفۂ سرکار کلاں حضرت علامہ محمد ہاشم اشرفی صاحب قبلہ مدظلہ العالی والنورانی
قومی صدر آل انڈیا غریب نواز کونسل، سربراہ اعلیٰ جامعہ اسلامیہ اشرف المدارس، کان پور

دورِ حاضر میں سفر انسانی زندگی کا اہم حصہ بن چکا ہے۔ آدمی نہایت معمولی وقت میں کسی نہ کسی غرض سے کہاں کا کہاں پہنچ جاتا ہے۔ ذہن نشیں رہے کہ ہمارے اس حیات سفر میں شریعت کے انمول احکام موقوف نہیں ہوجاتے بلکہ سفر کے دوران بھی فرض و واجب کی بجا آوری اور شریعت وسنت کا التزام ضروری ہے جتنا کہ وطن میں رہ کر ضروری ہے۔ محض سفر کی دشواریوں کا حیلہ بنا کر احکام شرعیہ کی تعمیل سے بچا نہیں جاسکتا ہے۔ البتہ سفر کی صعوبتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شارع علیہ السلام نے چار رکعتی فرض نمازوں میں قصر یعنی چار رکعت کی جگہ دو رکعت نماز کو واجب قرار دیا ہے اور سفر میں یہ دو رکعت نماز حضر میں چار رکعت فرض کے برابر ہے، اس کے ثواب میں کمی کا تصور تو کجا دوران سفر قصداً تنہا پوری پڑھنے والا سخت گنہگار اور صدقہ الٰہی سے محروم ٹھہرتا ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے: ''قصر اللہ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کے صدقہ کو قبول کرو'' یوں ہی مسافر پر جمعہ وعید و بقرعید کی نماز واجب نہیں اور روزۂ رمضان نہ رکھنے کی اجازت کے ساتھ دوسرے بہت سارے اسلامی احکام کو بجالانے میں وہ مکلّف نہیں ہوتا، اسلام ایک دین فطرت ہے اس نے ایک مسافر کو راہ سفر میں فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے قصر و تخفیف جیسی کتنی آسانیاں مرحمت فرمایا ہے۔ ارشادات نبویہ کی روشنی میں اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے مگر آدمی شرعی طور پر مسافر کب کہلائے گا؟ کیا مطلقاً گھر سے رحلت کرنا مسافر ہونے کے لیے کافی ہے؟ یا مسافرت کے لیے کچھ بندشیں بھی ہیں۔ آخر! مسافر کے حق میں قصر و تخفیف کا حکم کب اثر انداز

ہوگا اور وہ اس کی سہولتوں سے لطف اندوز ہوگا؟ نہ جانے کتنے سوالات حاشیہ ذہن میں گردش کرتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''سفر کے شرعی احکام'' انہی احساسات اور وسعت فکر کا نتیجہ ہے جس کو فاضل گرامی مولانا محمد مہتاب عالم قادری مصباحی جو نہایت لائق و فائق، بلند خیال، متحرک و فعال اور قوم وملت کے ہمدرد عالم دین ہیں نے تالیف فرمایا ہے موصوف نے نہایت متانت وسنجیدگی اور زینت حوالہ کے ساتھ سفر کے مسائل کو ثبت فرمایا ہے جو نہ صرف سفر کے تقاضوں اور اس کے مسائل کو حل کرنے میں مفید اور رہنما ہے بلکہ قارئین کے ذوق مطالعہ میں بالیدگی فراہم کرنے کا سامان بھی ہے۔

آج آدمی روزمرہ کے مسائل شرعیہ سے غافل ہے۔ دین سیکھنے کا اس کے پاس وقت نہیں وہ حُبِّ دنیا میں مست ومگن ہے تو وہ سفر کے مسائل سے کتنا واقف کار ہوگا؟ اس تناظر میں اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں، یقیناً ایسی گھڑی میں مولانا موصوف کی یہ عظیم کاوش فکر لائق تحسین اور قابل تبریک وتقلید ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ موصوف کی فکری کاوش کو شرف مقبولیت عطا فرما کر علم وعمل کی توفیق عطا فرمائے اور موصوف گرامی کے سفینہ حیات کو بامراد اور آخرت میں بامرام فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ و علیٰ الہٖ وافضل الصلوٰۃ و التسلیم

(مولانا) محمد ہاشم اشرفی
قومی صدر آل انڈیا غریب نواز کونسل
(۲۲؍ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ)

حرف تقدیم

نمونۂ اسلاف ادیب عصر حضرت علامہ مفتی محمد عبد المبین نعمانی قادری دامت برکاتہم القدسیہ
مہتمم دار العلوم قادریہ۔ چریا کوٹ، مئو و رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہٖ الکریم و آلہٖ و صحبہٖ و حزبہ اجمعین

عزیزی مولانا محمد مہتاب عالم قادری مصباحی امام مسجد بشیر اسٹیٹ ہیرامن کا پوروہ، کان پور سے میرا رابطہ قدیم ہے۔ موصوف آج سے تقریباً تیس سال قبل جب الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فارغ ہوئے تو میرے معاون کی حیثیت سے کنز الایمان کے مخطوطۂ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے مقابلے کے لیے میرے پاس آئے اور ایک سال تک میرے پاس دار العلوم قادریہ چریا کوٹ میں رہے، میں تدریسی خدمات کے بعد تصحیح و مقابلے میں ان سے مدد لیتا، پھر موصوف کان پور چلے گئے اور امامت و خطابت نیز تدریسی مشغلے سے جڑ گئے۔ اسی دوران آپ نے طہارت کے مسائل پر مشتمل ایک کتاب لکھی جو ''آئینۂ طہارت'' کے نام سے شائع ہوئی اس پر میرا مقدمہ بھی ہے۔ پھر وقتاً فوقتاً جب کان پور جانا ہوتا تو ملاقات ہوتی رہتی ہے عرصہ دراز کے بعد آپ نے ''سفر کے شرعی احکام'' نامی ایک کتاب لکھی جس میں سفر کی نماز قصر اور دیگر احکام سفر تفصیل سے قلم بند کر دیئے ہیں۔ کتاب سرسری طور پر میں نے دیکھ لی ہے زبان و بیان کی درستی پر بھی توجہ دے دی اور مسائل کو بھی جانچنے کی کوشش کی ہے، اس موضوع پر مشتمل کوئی کتاب اب تک نظر سے نہیں گزری، جب کہ سفر کرنے والے اسلامی بھائیوں کو ایسی ایک کتاب کی سخت ضرورت تھی جو اس سے پوری ہو رہی ہے۔ اندازِ بیان عام فہم اور مصلحانہ ہے۔ مسائل کو حوالوں سے بھی جکڑ دیا ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ عز و جل

مصنف کو جزائے خیر دے اور ان کی اس دینی خدمت کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ اسلامی بھائیوں کے لیے دینی معلومات کا ذریعہ بنائے اور ان کو دینی شرعی مسائل پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ والہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین۔

جو لوگ اکثر و بیشتر سفر کیا کرتے ملازمت کے سلسلے میں یا تجارت کے لیے یا پھر دینی کاموں خصوصاً دعوت وتبلیغ کی غرض سے انہیں بطور خاص اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے انہیں چاہیے کہ یہ کتاب سفر میں ساتھ رکھیں اور اس سے استفادہ کرتے رہیں۔ اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو چھپوا کر زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں اور ہدیۃً تقسیم کریں کہ یہ ایک طرح کا بہترین صدقہ جاریہ اور ایصال ثواب ہے۔

تفصیلی مسائل، فقہ کی بڑی کتابوں میں ملتے ہیں جہاں تک عوام کی رسائی مشکل ہوتی ہے اور جب کسی خاص باب کے تفصیلی مسائل علاحدہ کر کے شائع کر دیئے جاتے ہیں تو عام لوگ بھی بہ آسانی انہیں پڑھ لیتے ہیں، یہ طریقہ اسلاف کرام سے چلا آرہا ہے، اس لیے مولانا محمد مہتاب عالم قادری مصباحی لائق تحسین و تبریک ہیں کہ انہوں نے پہلے طہارت اور اب سفر کے ابواب کو علاحدہ ترتیب سے شائع کر دیا ہے، مولیٰ عزوجل انہیں جزائے خیر دے اور مزید اس قسم کے دینی کاموں کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ و الہ الصلاۃ و التسلیم

(مفتی) محمد عبدالمبین نعمانی قادری

خادم دار العلوم قادریہ چریا کوٹ ضلع مئو

(۱۹/ ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ/ ۱۱/ جولائی ۲۰۲۰ء)

دعائیہ کلمات

بقیۃ السلف شیخ المشائخ حضور حافظ وقاری سید میر محمد طاہر میاں صاحب قبلہ واسطی بلگرامی
مدظلہ العالی والنورانی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ واحدیہ طیبیہ، بلگرام شریف

مسائل سفر پر مشتمل ''سفر کے شرعی احکام'' نامی کتاب جس کو عزیزم مولانا محمد مہتاب عالم قادری واحدی مصباحی صاحب نے نہایت عرق ریزی اور کافی محنت سے تالیف کیا ہے۔ انداز بیان نہایت سادہ و سلیس ہے، ہر مسئلہ حوالہ سے مزین ہے اس سے موصوف کے ذوق مطالعہ اور تجسس فکر کا پتہ چلتا ہے۔ مسلمانوں کو ایسی کتاب کی سخت ضرورت ہے تا کہ عوام بھائی سفر کے مسئلوں کا صحیح حل پا سکیں۔ آج کی مصروف ترین زندگی میں لوگ روزمرہ کے مسائل سے نابلد نظر آتے ہیں تو بھلا سفر کے مسائل موٹی اور ضخیم کتابوں سے سیکھنے کے درپے کب ہوں گے؟ یہ کتاب باذوق حضرات کے لیے نہایت معلوماتی ومفید اور سفر کے دوران درپیش مسائل کے حل کے لیے بہترین رہنما ہے۔

دُعا ئے کہ مولیٰ عزوجل مصنف کی عمر وعلم وفیض میں برکت عطا فرمائے اور موصوف کی قابل قدر علمی، فکری کاوش کو اہل سنت وجماعت میں شائع ومعمول اور دنیا وآخرت میں مقبول فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ التحیۃ و التسلیم

(حافظ وقاری) سید میر محمد طاہر
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ واحدیہ طیبیہ
بلگرام شریف ہردوئی، یوپی

آغاز کتاب

انسان بعد بلوغ سب سے پہلے ایمان کا پابند ہوتا ہے اس کے بعد ہی وہ اعمال وافعال کا مکلّف ہوتا ہے۔ دولت توحید واقرار رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد پہلا عمل جو مسلمان پر فرض ہے، وہ نماز ہے۔ نماز ہی وہ عمل ہے جس کی پرسش روز محشر سب سے پہلے ہوگی۔ یہی وہ اہم ترین عبادت ہے جو خوف وامن، سفر وحضر، خلوت وجلوت اور مرض وصحت ہر حال میں فرض ہے، بہر صورت نماز اپنے مکلفین سے اپنے وقتوں پر اپنی ادائیگی کی طلب گار رہوتی ہے۔ اس کے وقتوں پر ادا کرنے والوں کے لیے رحمت اور معبودِ حقیقی سے قربت کا باعث بنتی ہے اور وقت بے وقت اور ٹال مٹول کر پڑھنے والوں کے لیے نہ صرف عذاب وناکامی کا سبب بلکہ رحمت الٰہی اور اس کے قرب کے لیے حاجب (آڑ) بنتی ہے۔ وہ مسلمان جو سرے سے نماز سے غافل ہیں وہ اپنے انجام کی فکر کریں۔ نماز کسی حالت میں معاف نہیں، اس کو ہلکا جاننا یا اس کی فرضیت کا انکار کرنا مطلقاً کفر ہے۔ دین اسلام میں نماز کے وجوب ادا کے سلسلے میں نمازی کے احوال وکوائف کو بڑا دخل ہے۔ بسا اوقات نمازی کا حال اور اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ مرفوع القلم اور نماز اس سے معاف ہو جاتی ہے اور بسا اوقات نماز کی ادائیگی میں قصر وتخفیف کا حکم ہوتا ہے۔ جو اللہ عز وجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غایت لطف وکرم ہے۔

چوں کہ عموماً فقہ اسلامی میں مسافر دوسرے مکلّف لوگوں کے مقابل نماز، روزہ، قربانی اور دوسرے بہت سارے اسلامی مسائل واحکام کے نفاذ وتعمیل میں جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ سفر شرعی کے صحیح خد وخال اور اس کے احکام سے واقفیت کرائی جائے تاکہ احکام کی پابندی میں لاعلمی کا عذر دیوار آہنی بن کر نہ کھڑا ہو سکے۔ اسلام میں جہالت کا عذر بے معنی ہے کہ روزمرہ کے مسائل کا سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

سر دست جو آپ کے مطالعہ کی میز پر "سفر کے شرعی احکام" موسوم بہ اسم تاریخی "باغ نماز سفر" نامی دیدہ زیب کتاب ہے اس کے عنوان کا اندازہ اس کے نام سے بخوبی آشکارا ہے۔ عموماً لوگ سفر میں ہوتے ہیں اور انہیں یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اسلام نے انہیں سفر کی حالت میں کیا کیا سہولت دے رکھا ہے۔اور وہ سفر کے مسائل شرعی سے بے خبر ہوتے ہیں۔جس کے نتیجے میں وہ گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ مثلاً کسی نے چار رکعت فرض نماز ظہر، عصر اور عشاء میں بحالت سفر دو دو رکعت ہی فرض ہے۔ بشوق ازدیاد ثواب بجائے دو رکعت پڑھنے چار رکعت پڑھی تو فقہا نے لکھا ہے کہ ایسی صورت میں ثواب تو کجا وہ گناہ کا مرتکب ہوا اس نماز کو ثانیاً پڑھنی بسا اوقات واجب ہوتا ہے یوں ہی نماز میں جواز قصر کے لیے اولاً ضروری ہے کہ سفر حد مسافت کے پیمانے میں صحیح ہو سفر کے لیے جو حد مسافت مقرر ہے اس سے کم نہ ہو۔حد مسافت سفر کم ہونے کی صورت میں نمازوں میں قصر کرنا قطعی جائز نہ ہوگا۔مسافت سفر کی حد کم تھی پورا خیال کر کے قصر کیا یوں ہی مسافت کی حد شرعاً پوری تھی مگر اپنے گمان میں کم جان کر نماز پوری پڑھی دونوں ہی باتیں اصولاً غلط ہیں یہ ساری چیزیں مسائل سفر سے ناواقفیت کی طرف غماز ہیں۔حتی الوسع اس رسالے کے اندر سفر کے متعلق مسائل جمع کرنے کی کوشش کی ہے اس اُمید کے ساتھ کہ سفر میں مسائل شرعیہ کے مشکلات کے حل کا ذریعہ ثابت ہو۔اور آپ کے لیے بہترین رفیق سفر بھی، تا کہ آپ سفر میں نماز، روزہ اور دیگر احکام شریعت کی ادائیگی میں پیچ وخم کا شکار نہ ہوں بلکہ بہ سہولت نماز، روزہ و دیگر مسائل کو شریعت کی روشنی میں بخوبی انجام دے سکیں۔

نہایت اعتذار مندی کے ساتھ عرض ہے کہ اگر کسی طرح کی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع کریں تا کہ اصلاح کی جا سکے۔دُعا ہے کہ رب قدیر اسے مفید تام اور شرف قبولیت خالق انام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

فقیر محمد مہتاب عالم قادری مصباحی
شہری صدر آل انڈیا غریب نواز کونسل، کان پور
(۱۷ ر رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سفر لغت میں مطلقاً سیاحت، کوچ اور روانگی کو کہتے ہیں۔کوئی شخص اپنے شہر سے معمولی دوری دس، بیس کلومیٹر بھی طے کرتا ہے تو لغوی اعتبار سے اس کا یہ فعل ''سفر'' اور اس کے فاعل پر ''مسافر'' سفر لغوی کا اطلاق ہوگا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کا کوچ کرنا پایا گیا۔خلاق عالم نے قرآن مجید میں جس سفر اور اس کے تعلق سے نمازوں میں قصر کا ذکر فرمایا ہے وہ ایک خاص سفر ہے جو قطعاً مطلق نہیں بلکہ وہ اپنے بیان میں مبہم اور مجمل ہے جس اجمال وابہام کا تدراک احادیث نبویہ اور فقہائے کرام کی توضیحات وتصریحات سے ہوتا ہے۔احادیث کریمہ میں سفر اور نمازوں میں قصر کے تعلق سے جگہ بجگہ جو ذکر ملتا ہے وہ کسی خاص جگہ ومقام کے ساتھ ہے جو یقینی طور پر سفر کے کسی خاص مسافت کے ساتھ محدود ہونے پر دلالت النص ہے۔

تقصیر صلاۃ قرآن وتفسیر کی روشنی میں

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مومن بندوں کے لیے سفر میں قصر ایک عظیم صدقہ ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

''وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط'' (پارہ ۵، سورۃ النسا، آیت ۱۰۱)

ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا (تکلیف) دیں گے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں نمازوں میں قصر کا حکم معلوم ہوا۔بظاہر اس

آیت سے ایسا لگتا ہے کہ نمازوں میں قصر اس وقت روا ہوگا جب کافروں سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ یوں ہی جب سفر زمینی ہو تو قصر ہوگا بحری یا ہوائی اور پہاڑی سفروں میں قصر کی اجازت غیر معلوم ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ آیئے! اس آیت کو تفسیر کی روشنی میں سمجھنے کی سعی کریں۔

تفسیر آیت حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی معرکۃ الآراتفسیر ''اشرف التفاسیر'' معروف بہ ''تفسیر نعیمی'' میں فرماتے ہیں:

''آیت کریمہ میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے کیونکہ کفار پر نہ نماز فرض ہے نہ ان کے لیے قصر وغیرہ۔ مسلمانوں میں متقی، گناہ گار، جائز سفر کرنے والے اور ناجائز سفر کرنے والے سب ہی داخل ہیں۔ لہٰذا قصر سفر حج میں ہوگا اور بغاوت یا چوری ڈکیتی کے سفر میں بھی، عموماً سفر زمین میں ہوتا ہے اس لئے ''فی الارض'' (زمین میں) فرمایا گیا ورنہ دریائی سفر، ہوائی سفر، پہاڑی سفر سب کے یہی احکام ہیں جو یہاں ذکر ہو رہے ہیں یا یوں کہو کہ ان تمام بحری، ہوائی سفروں میں مقصود ہوتا ہے زمین کا طے کرنا اس لئے ''فی الارض'' فرمایا گیا، غرضیکہ ''فی الارض'' (زمین میں) کا ذکر عمومی سفر کے لحاظ سے اتفاقی ہے نہ کہ احترازی۔

زیر عنوان آیت کریمہ کے ظاہری مفہوم سے جو وسوسے متبادر ہو رہے تھے سب کے سب بے غبار ہو گئے مگر اب بھی ایک خلجان ہے کہ کیا قصر کی اجازت اس وقت ہوگی جب کافروں کا ڈر ہو؟ مصنف علیہ الرحمہ نے اس کا علاج بھی نہایت شفا بخش طریقے سے فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''چوں کہ زمانہ نبوی ﷺ میں اکثر سفر خطرناک ہوتے تھے، کفار کا خوف ہر مسافر کو لگا رہتا تھا، اس واقعہ کے بیان کے لیے یہ ارشاد ہوا غرض یہ کہ خوف کی قید بھی بیان واقعہ کے لیے اتفاقی ہے احترازی نہیں، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ بحالت امن بھی سفر میں قصر واجب ہے۔'' (تفسیر نعیمی۔ پارہ ۵، ص: ۳۴)

آیت کریمہ کی اس تفسیر کی ضیاؤں نے وسوسہ آلود ذہن کو مصفّٰی اور روشن کر دیا کہ دین اسلام میں سفر کا حکم مومنین کے لیے مطلق ہے، خواہ سفر زمینی ہو، بحری ہو، ہوائی ہو یا پہاڑی ہو، یوں ہی امن وخوف، ہر عالم میں جب سفر اپنی شرطوں کے ساتھ ہوگا نمازوں میں قصر یا سفر کی دیگر سہولتیں جو اللہ و رسول جل جلالہٗ وصل اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مومنین کو عطا ہیں سب میسر ہوں گی۔

زیر عنوان آیت کریمہ "وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ ...." اور جب تم زمین میں چلو (سفر کرو) تو کوئی حرج نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اس آیت کے ظاہری مفہوم سے متبادر ہوتا ہے کہ گھر سے تھوڑی دور مثلاً کلو، دو کلومیٹر بھی چلا تو قصر جائز ٹھہرے حالانکہ یہ خلاف حقیقت ہے۔ آیت کریمہ کے اندر زمین میں چلنے اور سفر کی حد کا کوئی تعین نہیں فرمایا گیا، آخر زمین میں کس قدر اور کتنا مسافر چلے کہ وہ زمین میں چلنا شریعت مطہرہ میں سفر شرعی قرار پائے پھر نمازوں میں قصر روا ہو، معلوم ہوا کہ آیت کریمہ تعین مدت و مسافت سفر کے سلسلے میں مطلق نہیں بلکہ مبہم و مجمل ہے جسے حضور اقدس ﷺ نے تفصیل سے بیان فرمایا کہ اتنے دراز سفر میں قصر ہے اس سے کم میں نہیں حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں آیت قصر کا ابہام و اجمال دور ہو جاتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ جلد ہی آپ کے سامنے ہوگا۔

مسافت سفر کی تحدید حدیث کی روشنی میں

مطلقاً ایک جگہ سے دوسری جگہ پر جانا فقہ حنفی کی روشنی میں سفر نہیں کہلاتا ہے۔ یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ مسافت سفر کی شرعی تحدید کیا ہے؟ آخر وہ کتنی دوری کا سفر ہے۔ جسے احناف کے نزدیک سفر کہا جائے؟ سفر شرعی کی نوعیت اور اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ نمازوں میں قصر کب جائز ہے؟ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

حدیث: امام محمد رحمۃ اللہ نے کتاب الآثار میں حضرت علی ابن ربیعہ والبی سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کتنی مسافت پر نماز میں قصر ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے مقام سویداء دیکھا ہے میں نے کہا دیکھا تو نہیں سنا ہے فرمایا: یہاں سے تین رات کے فاصلہ پر ہے ہم جب وہاں جائیں تو قصر کر سکتے ہیں۔ (کتاب الآثار۔حدیث:۱۹۲)

حدیث: دار قطنی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، بے شک حضور ﷺ نے فرمایا کہ مکہ والو! چار برید سے کم سفر میں نماز قصر نہ کرنا۔ یہ فاصلہ مکہ معظّمہ سے عسفان (ایک جگہ کا نام) کا ہے۔ (دار قطنی۔ج۲،ص:۲۳۲)

حدیث: بخاری شریف نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر قریبی رشتہ دار کے نہ کرے۔ (صحیح بخاری۔ج:۱،ص:۳۶۹)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ مطلق شہر سے نکل جانا سفر نہیں، نہ ہی اس پر سفر کے احکام جاری ہوں بلکہ سفر کے تحقق کے لیے خاص مسافت کو طے کرنا ضروری ہے اوپر کی حدیث میں برید (پیمائش راہ) کا ذکر ہے برید کے سلسلے میں مختلف اقوال ملتے ہیں مثلاً امام بخاری نے چار برید کی مقدار سولہ فرسخ بتائی ہے ابن سیدہ نے کہا کہ برید فرسخ ہے یوں ہی ایک قول یہ ہے کہ دو منزلوں کی درمیانی جگہ کو برید کہتے ہیں یوں ہی دوسری حدیثوں میں عموماً تین دن کی مسافت کا ذکر ملتا ہے اور یہ تقریب فہم کے لیے ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سفر شرعی کی مسافت کم از کم تین دن کی مسافت ہے۔ تین دن یا اس سے زائد مسافت کے سفر پر گھر سے نکلا تو قصر کرے گا اور اگر تین دن سے کم کی مسافت کے ارادے سے گھر سے نکلا تو قصر روا نہ ہوگا۔

فقیہ اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''احناف نے حدیث کو بنیاد بنا کر یہ فرمایا کہ مسافت سفر اتنی دوری کا نام ہے جہاں آدمی تین دن میں پہنچے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس سے دن و رات چلنا مراد نہیں بلکہ لمبی مسافت کیلئے عادۃً جتنی دیر لوگ چلتے ہیں اتنی دیر روزانہ چلنا مراد ہے وہ بھی پیدل یا اونٹ کی سواری پر معتدل رفتار سے اس لئے کہ یہی معتاد ہے۔''

(نزہۃ القاری ج:۳،ص:۳۶۰)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہ ہے کہ مسافت سفر میں برید کا اعتبار نہیں بلکہ اونٹ پر سوار ہو یا پیدل درمیانی چال سے تین دن کی مسافت جتنی دیر میں بہ سہولت طے کرلے وہی مسافت سفر معتبر ہے۔فقہائے احناف فرماتے ہیں:

''جب مسافر سفر پر روانہ ہو تو اس صورت میں نماز قصر کرے جبکہ پورے تین دن کی مسافت سفر کا پختہ ارادہ ہو یعنی اتنی مسافت سفر پر کہ اونٹ پر سوار، یا پیدل تین دن میں بہ سہولت پہنچ جائے اور شہر سے بالکل باہر ہو جانے پر قصر کرے۔''

(امام احمد رضا اور مسافت سفر۔ص:۹)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے درمیانی چال سے تین دن کی مسافت راہ کو تین منزل فرمایا یعنی تین منزل سے کم کی مسافت پر سفر شرعی متحقق نہ ہوگا۔نیز آپ فرماتے ہیں:

''کفایہ جلد دوم ص ۵ پر ہے تین منازل کی تقدیر تین دن کی تقدیر سے قریب ہے کیونکہ ہر دن کے سیر میں ایک منزل کی عادت بنی ہوئی ہے خاص طور سے سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں۔''	(امام احمد رضا اور مسافت سفر۔ص:۱۳)

حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادے سے بستی سے باہر ہوا۔''

مسئلہ: دن سے مراد سال کا سب سے چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں

کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے پینے ،نماز اور دیگر ضروریات کے لیے ٹھہرنا تو ضروری ہے، بلکہ مراد دن کا اکثر حصہ ہے مثلاً شروع صبح صادق سے دوپہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا پھر دوسرے اور تیسرے دن یوں ہی کیا اتنی دور تک کی راہ کو مسافت سفر کہیں گے۔ دوپہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہیے اس قدر درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سُست، خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستے میں اسی حساب سے جو اس کے لیے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رکی ہو نہ تیز۔ (بہار شریعت۔ ح:۴،ص:۷۴۰)

مسئلہ: سال کا چھوٹا دن اس جگہ کا معتبر ہے جہاں دن ورات معتدل (درمیانی) ہوں یعنی چھوٹے دن کے اکثر حصہ میں منزل طے کر سکتے ہوں، لہٰذا جن شہروں میں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے جیسے بلغار (یورپ کا جنوبی مشرق میں واقع ایک ملک ہے جس کی راجدھانی صوفیا ہے) کہ وہاں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے۔ لہٰذا وہاں کے دن کا اعتبار نہیں۔ (بہار شریعت۔ ح:۴،ص:۷۴۱)

مسافت سفر کی شرعی تحدید

سفر شرعی کے لیے کم از کم تین معتدل دن کی درمیانی رفتار کی مسافت ضروری ہے اس سے کم کی مسافت پر سفر شرعی نہ ہوگا۔ گویا کہ سفر کے لئے تین دن کی راہ تک کی مسافت مقصود ہے، تین دن تک پیدل یا اونٹ وغیرہ سے چلنا قطعاً مقصود نہیں۔

فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''آج جب کہ پیدل کوئی نہیں چلتا سواریاں ایک سے ایک تیز رفتار ایجاد ہوگئی ہیں تو ضرورتاً میلوں سے اس کی مقدار معین کرنا ضروری ہے۔''
(نزہۃ القاری ج:۳،ص:۴۶۲)

بالعموم فقہائے احناف نے تین دن کی مسافت کی تحدید تین منزل سے فرمائی ہے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:
''عرف میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس $\frac{8}{5}$ میل یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس، اور تین میل کا ایک فرسنگ، تو ایک منزل چھ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہوئی۔'' آگے فرماتے ہیں: ''تین منزل پر قصر ہے۔''
(فتاویٰ رضویہ۔ج:۸،ص:۲۵۵)

فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''ہمارے بلاد (شہروں) میں معتاد و معہود (عادتاً مشہور) ہے کہ ہر منزل بارہ کوس کی ہوتی ہے میں نے بار بار بکثرت مشہور جگہوں میں آزمایا ہے کہ اس وقت ہمارے بلاد میں جو میل رائج ہے وہ $\frac{8}{5}$ کوس ہے جب کوسوں کو ۸؍ میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو ۵؍ پر تقسیم کریں تو حاصل قسمت میل ہوگا اب ایک منزل ۱۹؍ صحیح $\frac{1}{5}$ میل کی ہوئی اور تین دن کی مسافت ۵۷؍ صحیح $\frac{3}{5}$ میل یعنی ۵۷۔۶؍ میل۔''
(نزہۃ القاری ج:۳،ص:۴۶۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:
''احناف کا مذہب صحیح یہ ہے کہ تین منزل کی دوری پر جانے کا قصد ہو وہ مسافر ہے مگر اب منزلیں ختم ہوگئیں (چلن میں) ہوائی جہاز پر سفر ہونے لگا اس لئے

اس زمانے میں میلوں سے اس کی تعیین ضروری ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مختلف منازل کے فاصلوں کو سامنے رکھ کر حساب لگایا تو اوسطاً تین منزل کی مسافت ساڑھے ستاون میل ہوئی جو موجودہ پیمانے سے بانوے کیلومیٹر ہے۔"

(نزہۃ القاری ج:۳،ص:۴۶۱)

مسافت سفر پر ایک نظر جدید پیمانے میں

مسافت سفر: تین معتدل دن کی راہ (حنفیوں کے نزدیک تقدیر بہ سہ منزل)

ایک منزل: ۱۹ر صحیح۔ $\frac{۱}{۵}$ میل ($\frac{۹۶}{۵}$ میل) کے مساوی ہے

تین منزل: ۵۷ر صحیح۔ $\frac{۳}{۵}$ میل $\frac{۲۸۸}{۵}$ میل یعنی/ ۵۷۔۶ میل

($۵۷\times۵+۳=\frac{۲۸۸}{۵}$ یعنی/ ۵۷۔۶ میل)

ایک میل: ۱۔۶ رکلومیٹر یا ۱۔۶۱ رکلومیٹر ۷۳۶ رمیٹر کے مساوی ہے

۵۷۔۶ رمیل: ۹۲ رکلومیٹر ۱۶۰ رمیٹر یا ۹۲ رکلومیٹر ۷۳۶ رمیٹر کے مساوی ہے

(تخریج فیروز اللغات و گوگل)

ایک میل کتنے کلومیٹر کے مساوی ہے اس سلسلے میں اہل علم مختلف الرائے ہیں، فیروز اللغات اور بعض اہل علم الحساب کے اعتبار سے میل ۱۔۶۰ رکلومیٹر کے مساوی ہے اس زاویہ سے مسافت سفر کی مقدار ۹۲ رکلومیٹر قرار پاتی ہے۔ اسی پیمائش کو اصل مانتے ہوئے ہمارے علماء نے مروجہ کلومیٹر کے حساب سے تقریباً ۹۲ رکلومیٹر کی دوری کو حد مسافت سفر قرار دیا ہے مگر انٹرنیٹ و گوگل کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اب میل ۱۔۶۱ رکلومیٹر کے مساوی ہے اس پیمائش پر مسافت سفر کی مقدار ۹۲ رکلومیٹر ۷۳۶ رمیٹر طے پاتی ہے۔ لہٰذا اس تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ۵۷۔۶ رمیل ۹۲ رکلومیٹر ۷۳۶ رمیٹر کے مساوی ہے جسے آج کے دور میں احتیاطاً ۹۳ رکلومیٹر کی راہ کو سفر شرعی

کی مسافت سفر شرعی سمجھنا زیادہ مناسب ہے خصوصاً نماز جیسی اہم العبادات میں احتیاط کی خاص ضرورت ہے۔

شرعی مسافر کون شرعی مسافر وہ شخص ہے جو ۹۳ رکلومیٹر کی راہ تک یک لخت جانے کے پختہ ارادہ سے گاؤں، بستی یا شہر کی آبادی سے باہر ہوا وہ شرعی مسافر کہلاتا ہے۔

مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر کی دوری تک کی راہ کو مسافت سفر کہیں گے۔

طریق سفر میں مسافت کا اعتبار کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں ایک سے مسافت سفر ہے دوسرے سے نہیں تو جس راستہ سے یہ جائے گا اس کا عتبار ہے، مثلاً نزدیک والے راستے سے گیا تو شرعاً مسافر نہ ہوگا اور اگر دور والے سے گیا تو وہ مسافر ہے، اگرچہ اس راستہ کے اختیار کرنے میں اس کی کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ یوں ہی دریا و خشکی کے راستے میں بھی اعتبار مسافت کا ہوگا مثلاً دریائی راستہ ۹۳ رکلومیٹر سے کم ہے اور خشکی والا راستہ ۹۳ رکلومیٹر کا ہے تو وہ جس راستے سے گیا اسی کا اعتبار ہوگا کم والے راستے سے مسافر نہ ہوگا اور ۹۳ رکلومیٹر والے راستے سے گیا تو مسافر ہو گیا۔
(بہار شریعت۔ ح:۴،ص:۷۴۱،۷۴۲)

صرف سفر کی نیت مسافرت کے لیے کافی نہیں محض نیت سفر سے کوئی شخص مسافر نہ ہوگا بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے۔ شہر میں ہے شہر سے، گاؤں میں ہے تو گاؤں سے اور شہر والے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ شہر کے آس پاس جو آبادی سے متصل ہے اس سے بھی باہر ہو جائے۔

مسافرت کے لیے فنائے شہر سے باہر ہونا ضروری فنائے شہر یعنی شہر سے باہر وہ جگہ جو شہر کے کاموں کے لیے استعمال ہو مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، کوڑا پھینکنے کی جگہ وغیرہ اگر یہ شہر سے متصل ہوں تو اس سے بھی باہر ہو جانا ضروری ہے۔

ہاں اگر یہ جگہ شہر سے فاصلہ پر ہو تو مسافرت کے لیے باہر ہونا ضروری نہیں۔ یوں ہی شہر کے متصل باغ ہوں اگر چہ اس کے نگہبان اور ان کے کام کرنے والے وہاں رہتے ہوں، ان باغوں سے باہر نکل جانا ضروری نہیں۔

آبادی سے باہر ہونے کا مطلب آبادی سے باہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ جدھر جا رہا ہے اس طرف آبادی ختم ہو جائے اگر چہ اس کی محاذات (مقابل، سامنے) میں دوسری طرف ختم نہ ہوئی ہو۔ یوں ہی کوئی محلّہ پہلے شہر سے ملا ہوا تھا مگر اب جدا ہو گیا تو اس سے باہر ہونا بھی ضروری ہے ہاں جو محلّہ ویران ہو چکا خواہ پہلے شہر سے متصل تھا یا اب بھی متصل ہے اس سے باہر ہونا شرط نہیں۔

(بہار شریعت۔ ح:۴۔ص:۷۴۲،۷۴۳)

خلاصہ مسافر جس طرف سفر پہ جا رہا ہے اس طرف کی آبادی خواہ پہلے ملی ہو اب جدا ہو گئی یا پہلے جدا تھی اب متصل ہو گئی ہو اس سے باہر ہو جانا شرعی مسافرت کے لیے اہم شرط ہے۔ آبادی سے باہر ہونے سے پہلے اس کے لیے قصر جائز نہ ہوگا۔

ریلوے اسٹیشن کا حکم اسٹیشن، ہوائی اڈہ جہاں کہ آبادی سے باہر ہوں تو اسٹیشن یا ہوائی اڈہ پر پہنچتے ہی وہ مسافر ہو جائے گا جبکہ مسافرت سفر (۹۳؍کلومیٹر) تک جانے کا پختہ ارادہ ہو۔ (بہار شریعت۔ ح:۴۔ص:۷۴۳)

معلوم ہوا کہ اگر اسٹیشن یا ہوائی اڈہ وغیرہ اسی محلّہ یا آبادی میں واقع ہے تو محض اسٹیشن پر پہنچنے سے مسافر نہ ہوگا اگر چہ مسافت سفر کی راہ کے ارادہ سے گھر سے باہر نکلا ہو۔

ٹکڑیوں میں سفر کا ارادہ مسافرت کے لیے ناکافی ہے آدمی ٹکڑے میں سفر کرے یوں کہ پہلے پچاس کلومیٹر کے ارادے سے آبادی سے باہر ہوا وہاں اپنا کام پورا کر کے دوسری جگہ کے لیے پچاسی کلومیٹر کے ارادہ سے چلا یوں ہی وہ لمبی مسافت

کی سیر سپاٹا کر آیا مگر وہ شرعاً مسافر نہ ہوگا اور نہ ہی اس کے لیے سفر کی اسلامی سہولتیں روا ہوں گی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

"اگر دو سو میل کے ارادہ پر چلا مگر ٹکڑے کر کے یعنی بیس میل جا کر یہ کام کروں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل علیٰ ھٰذا القیاس (اسی پر قیاس کرو) مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہوا کہ ایک لخت ارادہ ۵۷۔٦ میل (۹۳ رکلومیٹر) کا نہ ہوا۔" (فتاویٰ رضویہ۔ ج:۸،ص:۲٦۸)

مسئلہ: سفر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلا وہاں سے تین دن کی راہ (۹۳ رکلومیٹر) کا ارادہ ہوا اگر دو دن کی راہ (۹۳ رکلومیٹر سے کم مثلاً ۷۰ رکلومیٹر) کے ارادے سے نکلا، وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ ہوا کہ وہ بھی تین دن سے کم (۹۳ رکلومیٹر سے کم) کا راستہ ہے، یونہی ساری دنیا گھوم آئے، مسافر نہیں ہوا۔

نیت سفر میں استقلال واتصال ضروری شرعی سفر کے لیے یہ بھی شرط ہے ۹۳ رکلومیٹر کی راہ کا ارادہ مستقل اور متصل سفر کا ہوا گر یوں ارادہ کیا مثلاً ۷۵ رکلومیٹر کی راہ پہنچ کر کچھ کرنا ہے وہ کر کے پھر ۲۰ رکلومیٹر کی راہ جاؤں گا تو یہ ۹۳ رکلومیٹر کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا، لہٰذا مسافر نہ ہوا۔ (بہار شریعت۔ ح:۴،ص:۷۴۳)

معلوم ہوا کہ شرعی سفر کے لیے نہایت ضروری ہے کہ مسافت سفر کے ساتھ مسافر کی نیت بھی مستقل اور متصل سفر کی ہو۔ اور مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر کے سفر کی نیت یک لخت ہونی ضروری ہے، ٹکڑیوں میں نیت کا اعتبار ہرگز نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

"مسافر کے لئے تین دن (۹۳ رکلومیٹر) کی مسافت کا ارادہ ضروری ہے

اور غلبہ ظن (غالب گمان) کافی ہوگا یعنی جب اس کا ظن غالب یہ ہو کہ وہ سفر کرے گا تو قصر کرے یقین شرط نہیں۔''

آگے لکھتے ہیں:

''نیت سچے عزم (ارادۂ قلب) کا نام ہے، دل میں عزم دو ہی منزل (مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر سے کم) کا ہے اور گھر سے تین منزل (۹۳ رکلومیٹر مسافت سفر) کا ارادہ کرلیا کہ آبادی سے باہر نکل کر راہ میں قصر کی اجازت مل جائے، ہرگز اجازت نہ ہوگی کہ یہ نیت نہیں خیال بندی ہے البتہ اگر دو ہی منزل (مسافت سفر سے کم) جانا ہے اور سچا ارادہ تین منزل (مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر) کا کرلیا اور تین منزل (۹۳ رکلومیٹر) جا کر ایک منزل (مسافت سفر سے کم) اپنے محل مقصود کو واپس آیا اور یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہے تو جاتے اور آتے اور ٹھہرتے قصر کرے گا کہ یہ سچی نیت ہوئی اگرچہ وہاں جانے سے کوئی کام نہ تھا۔'' (فتاویٰ رضویہ۔ ج:۸،ص:۲۶۱)

سفر کے لیے نیک مقصد کا ہونا شرط نہیں عام طور پر یہ خیال گزرتا ہے کہ سفر کی سہولت کا فائدہ تبھی مرتب ہوگا جب سفر کسی نیک و جائز کام کی خاطر ہو حالانکہ حقیقت حال بالکل برعکس ہے۔ دین اسلام میں مسافر کے لیے جو شرعی حقوق اور رخصت حاصل ہیں وہ مطلق ہیں خواہ سفر جائز کام کے لیے ہو یا ناجائز کام کے لیے بہر صورت مسافر اسلامی رخصت اور سہولت کا بجا طور پر حق دار ہوگا۔ صرف شرط اتنی ہے کہ مسافر سفر کے پختہ ارادہ کے ساتھ اپنی آبادی سے باہر ہوا ہو۔

حضور صدر الشریعہ اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''یہ رخصت کہ مسافر کے لیے ہے، مطلق ہے اس کا سفر جائز کام کے لیے ہو یا ناجائز کے لیے بہر حال مسافر کے احکام اس کے لیے ثابت ہوں گے۔''

(بہار شریعت ح:۴،ص:۷۴۴)

مسافر کب تک مسافر رہے گا مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں پہنچ نہ جائے یا کسی آبادی میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے، یہ اس وقت ہے جب تین دن (۹۳ رکلومیٹر مسافت سفر) کی راہ چل چکا ہو اور اگر تین منزل (مسافت سفر۔۹۳ رکلومیٹر) پہنچنے سے پیشتر واپسی کا ارادہ کرلیا تو مسافر نہ رہا اگرچہ جنگل میں ہو۔　　　　(بہار شریعت ح:۴،ص:۷۴۴)

مسافرت ختم ہوگئی آدمی جب اپنے وطن یا بستی میں پہنچ گیا یا پھر مسافر آدمی جب کسی آبادی میں پندرہ دن ٹھہرنے کا کامل ارادہ کرلیا ان دونوں صورتوں میں مسافر کی مسافرت ختم ہو جاتی ہے۔

فقہ اسلامی میں سلسلہ سفر کو منقطع کرنے والے دو نقطے ''وطن اصلی میں پہنچ جانا یا کسی آبادی میں پندرہ دنوں کی اقامت کا ارادہ کرلینا'' نہایت اہم اور تفصیل طلب ہیں۔ درحقیقت سفر کی پوری عمارت انہیں دونوں نقطوں پر کھڑی ہے۔ بسا اوقات مسافر ان نقطوں کو سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے سفر کو اقامت اور اقامت کو سفر سمجھ بیٹھتا ہے اور پھر اسی کے مطابق اعمال شرعیہ پر عمل بھی شروع کردیتا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہئے کہ شریعت مطہرہ میں مسافر دوسرے عام مکلّف لوگوں کے مقابل نماز، روزہ اور دوسرے بہت سارے اسلامی مسائل واحکام کے نفاذ وتعمیل میں جداگانہ حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سفر شرعی کے تفصیلی احکام سے آگاہ کرایا جائے تاکہ مسافر سفر میں احکام شریعت کی پابندی صحیح ڈھنگ سے بجالائے، اور غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔

وطن کا تفصیلی جائزہ

وطن دو قسم ہے۔

① وطن اصلی ② وطن اقامت

وطن اصلی وہ جگہ جہاں اس کی پیدائش ہوئی ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کرلی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔

مسئلہ: ایک جگہ آدمی کا وطن اصلی ہے اب اس نے دوسری جگہ وطن اصلی بنایا تو اگر پہلی جگہ بال بچے موجود ہوں تو دونوں وطن اصلی ہیں ورنہ پہلا وطن اصلی نہ رہا خواہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت سفر (۹۳ رکلومیٹر) ہو یا نہ ہو۔

(بہار شریعت ح:۴، ص:۷۵۱)

انتقال مکانی کے بعد پہلی جگہ کا حکم اگر اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر دوسری جگہ چلا گیا اور ابھی بھی پہلی جگہ مکان و اسباب وغیرہ باقی ہیں تو وہ بھی وطن اصلی ہے۔

والدین کا شہر بالغ کے لیے وطن اصلی نہیں بالغ کے والدین کسی شہر میں رہتے ہیں اور وہ شہر اس بالغ کی جائے ولادت نہیں اور نہ اس کے اہل (بیوی، بچے) وہاں ہوں وہ جگہ اس کے لیے وطن نہیں۔ (ایضاً۔ص:۷۵۱)

سسرال کی شرعی حیثیت آدمی کی سسرال بھی وطن اصلی ہے مسافر نے کہیں شادی کرلی اگرچہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو پہنچتے ہی مقیم ہو گیا۔ اور دو شہروں میں اس کی دو عورتیں رہتی ہوں تو دونوں جگہ پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''وطن اصلی آدمی کی جائے ولادت ہے یا وہاں اس نے شادی کی ہو یا اس نے وہاں اسے اپنا وطن بنایا ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ۔ج:۸،ص:۲۷۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس صراحت سے واضح ہو گیا کہ وطنیت کیلئے تولد (جائے ولادت) تزوج (جہاں شادی کیا) یا توطن (وطن بنانا) ضروری ہے ان تین باتوں میں سے کوئی چیز پالی جائے تو وہ جگہ، گاؤں، بستی اور شہر اس آدمی کے لیے وطن اصلی ہے۔ آدمی وہاں پہنچتے ہی بے نیت مقیم ہو جاتا ہے۔ اب اس کے لیے نمازوں میں قصر، روزۂ رمضان میں قضا کی رخصت وغیرہ ساری سہولتیں ختم ہو گئیں۔

وطن میں نیت اقامت غیر ضروری

مسافر جب وطن اصلی میں پہنچ گیا سفر ختم ہو گیا اگرچہ اقامت کی نیت نہ کی ہو۔ (بہار شریعت۔ح:۴،ص:۷۵۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''جب وہاں (کسی جگہ) سے بہ قصد وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو، قصر کرے۔ جب اپنے وطن کی آبادی میں آ گیا قصر جاتا رہا، جب تک یہاں رہے گا اگرچہ ایک ہی ساعت، قصر نہ کر سکے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضروری نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ج:۸،ص:۲۵۸)

میکا وطن اصلی نہیں

عورت بیاہ کر سسرال گئی اور یہیں رہنے سہنے لگے تو میکا اس کے لیے وطن اصلی نہ رہا یعنی اگر سسرال تین منزل (۹۲ رکلومیٹر) پر ہے۔ وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی تو قصر پڑھے (یعنی وہ مسافرہ ہے) اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی تو میکے آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے۔

(بہار شریعت۔ح:۴،ص:۷۵۱)

یہ بات جگ ظاہر ہے کہ بالعموم شادی کے بعد عورتوں کی اصل و مستقل رہائش گاہ ان کی سسرال ہوتی ہے۔ میکا کا قیام محض عارضی ہوتا ہے اصلی وطنیت کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کا قیام بالجزم اور مستقل ہو، عارضی اقامت وطنیت کے لیے ناکافی ہوتی ہے۔ عورت سسرال پہنچتے ہی بے نیت اقامت مقیم اور اس پر قصر حرام ہے مگر میکا پہنچنے کے بعد بے نیت اقامت مقیم نہ ہوگی اور قصر کرنا جائز ہوگا۔ ہاں اگر سسرال عارضی ہے اور میکا مستقل ہو تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔

جدید مسکن میں قصر کا حکم کسی نئی جگہ کو اپنا وطن بنالیا ہے تو ضروری ہے کہ وہاں اس کی رہائش مستقل ہو یعنی اب یہاں سے نہ جانے کا پختہ عزم کرلیا ایسی صورت میں وہ جگہ اس کے لیے وطن اصلی ہے، وہاں پہنچتے ہی سفر ختم ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''جب کہ مسکن (رہائش گاہ) زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا، قصر کرے گا اور پندرہ دن سے زیادہ کی نیت پر مقیم ہو جائیگا پوری پڑھے گا۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد (جائے پیدائش) ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اسے اپنا وطن بنالیا یعنی عزم نہ کرلیا کہ یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک پندرہ دن کی نیت نہ کرے گا، قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ ج:۸، ص:۲۷۱)

تجارت و دکان کا شہر وطن اصلی نہیں کسی شہر میں تجارت و کاروبار کی غرض سے دُکان بنا رکھا ہے تو وہ شہر اس کے لیے وطن اصلی نہیں اگر چہ سالہا سال سے وہاں رہ رہا ہو جیسا کہ امام اہل سنت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے گزرا۔ آپ نے فرمایا: ''وہاں (کسی شہر) کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی۔''

سفر و حضر میں آخر وقت کا اعتبار سفر و حضر کی نمازوں کی ادائیگی کے سلسلے میں کونسا وقت معتبر ہے؟

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''قصر اور پوری پڑھنے میں آخر وقت کا اعتبار ہے جب کہ پڑھ نہ چکا ہو، فرض کرو کسی نے نماز نہ پڑھی تھی اور وقت اتنا باقی رہ گیا ہے کہ اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کہہ لے اب مسافر ہو گیا تو قصر کرے اور مسافر تھا اس وقت اقامت کی نیت کی تو چار پڑھے۔'' (بہار شریعت۔ ح:۴، ص:۷۴۹)

حاصل یہ کہ نماز کے وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ تکبیر کہہ سکے اور اسی اثنا میں سفر شروع کر دیا مثلاً ۹۳ رکلومیٹر جانے کے پختہ ارادے سے آبادی سے باہر ہو گیا تو وہ مسافر ہے اس پر قصر واجب ہے یوں ہی اس کے برعکس ایسے وقت میں اپنی آبادی میں آ گیا یا کسی آبادی میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت سے اقامت کی نیت کر لی تو مسافرت ختم ہو گئی، پوری پڑھنی واجب ہے۔

قضائے سفری میں قصر واجب سفر کی حالت میں ظہر، عصر یا عشاء (چار رکعت والی فرض نماز) قضا ہو گئی تو اقامت یا سفر کی حالت میں جب بھی ادا کرے گا قصر کرے گا، پوری پڑھنی گناہ ہے۔ (فقہی پہیلیاں۔ ص:۱۴۸)

یاد رکھنا چاہئے کہ نماز پوری یا قصر پڑھنے کے سلسلے میں اس کے آخر وقت کا اعتبار ہے۔لہٰذا سفر کی قضا میں قصر کرنا واجب ہے۔

قضائے وطنی کی ادائیگی مقیم ہونے کی حالت میں چار رکعت والی فرض نماز قضا ہوگئی تو اب حالت سفر میں بھی جب قضا پڑھے گا اس فرض کو چار رکعت ہی پڑھنا ضروری ہے۔ (فقہی پہلیاں۔ص:۱۴۸)

یعنی وہ نماز جو وطن میں رہ کر قضا ہوگئی اب وہ سفر میں ادا کرنا چاہتا ہے تو ہرگز وطن کی قضا نمازوں میں بحالت سفر قصر جائز نہ ہوگا۔مختصراً جو نماز جس حال و وقت میں قضا ہوئی اسی کو ملحوظ رکھ کر قضا کرنی ضروری ہے۔

مقیم کو مسافر کی اقتدا جائز نماز خواہ ادا ہو یا قضا دونوں میں مقیم مسافر کی اقتدا کرسکتا ہے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی دو رکعتیں پڑھ لے اور ان رکعتوں (پچھلی دو رکعت) میں قرأت بالکل نہ کرے بلکہ بقدر فاتحہ (الحمد شریف) چپ کھڑا رہے۔ (بہار شریعت۔ح:۴،ص:۷۴۸)

مسافر کو مقیم کی اقتدا میں چار پڑھنی واجب ہے وقت ختم ہونے کے بعد مسافر مقیم کی اقتدا نہیں کرسکتا وقت میں کرسکتا ہے اور اس صورت میں مسافر کے فرض بھی چار ہوگئے یہ حکم چار رکعتی نماز کا ہے اور جن نمازوں میں قصر نہیں ان میں وقت و بعد وقت دونوں صورتوں میں اقتدا کرسکتا ہے۔وقت میں اقتدا کی تھی نماز پوری کرنے سے پہلے وقت ختم ہوگیا جب بھی اقتدا صحیح ہے۔ (بہار شریعت۔ح:۴،ص:۷۴۹)

مسئلہ: مسافر نے مقیم کے پیچھے نماز شروع کرکے فاسد کردی (یعنی توڑ دی) تو اب دو ہی پڑھے گا یعنی جبکہ وہ تنہا پڑھے یا کسی مسافر امام کی اقتدا میں پڑھے اور اگر پھر مقیم امام کی اقتدا کی تو چار پڑھے۔ (ایضاً۔ص:۷۴۹)

مسئلہ: مسافر نے مقیم کی اقتدا کی تو مقتدی پر بھی قعدہ اولیٰ (دو رکعت کے بعد والی نشست) واجب ہو گیا فرض نہ رہا تو اگر امام نے قعدہ نہ کیا نماز فاسد نہ ہوئی اور مقیم نے مسافر کی اقتدا کی تو مقتدی مقیم پر بھی قعدہ اولیٰ فرض ہو گیا۔ (بہار شریعت۔ ح:۴، ص:۷۴۹)

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہئے کہ نوافل اور سنن غیر مؤکدہ کے علاوہ فرض، واجب اور سنت موکدہ نمازوں میں قعدہ اولیٰ واجب ہے یعنی اگر سہوا چھوٹ گیا تو سجدہ سہو سے نماز پوری ہو جائے گی مگر چوں کہ مسافر پر چار رکعت والی فرض نماز سفر میں دو رکعت ہی فرض ہے جب وہ تنہا یا مسافر امام کے پیچھے پڑھے۔ لہٰذا تنہا یا مسافر امام کے پیچھے پڑھنے والے کے لیے قعدہ اولیٰ ہی قعدہ اخیرہ ہے اگر مسافر مقیم امام کی اقتدا کرے تو مسافر پر بھی قعدہ اولیٰ واجب اور قعدہ اخیرہ فرض ہوتا ہے۔ اب اگر امام مقیم قعدہ اولیٰ بھول گیا تو مسافر پر اس کی پیروی واجب ہے، یوں ہی اس کے خلاف مقیم نے کسی مسافر کی اقتدا کی تو اب اس پر قعدہ اولیٰ فرض ہو گیا اگر اس نے قعدہ اولیٰ چھوڑ دیا یا چھوٹ گیا تو مقیم مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔

صحت اقتدا کے لئے ضروری شرط فقہ اسلامی کی روشنی میں مقیم و مسافر کو ایک دوسرے کی اقتدا کرنی جائز ہے جیسا کہ سطور بالا کی روشنی میں آپ بخوبی واقف ہو چکے ساتھ ہی یہاں یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ باہم ایک دوسرے کی اقتدا کی صحت کے لیے ضروری شرط کیا ہے؟

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”حکم صحت اقتدا کے لیے شرط ہے کہ امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو خواہ نماز شروع کرتے وقت معلوم ہوا ہو یا بعد میں، لہٰذا امام کو چاہئے کہ نماز شروع کرتے وقت اپنا مسافر ہونا ظاہر کر دے اور شروع میں نہ کہا تو بعد نماز کہہ دے کہ اپنی نمازیں پوری کر لو میں مسافر ہوں۔ اور شروع میں کہہ دیا ہے جب بھی بعد میں کہہ دے کہ جو لوگ اس

وقت موجود نہ تھے انہیں بھی معلوم ہوجائے۔" (بہارشریعت۔ح:۴،ص:۷۴۹)

سفر میں چار پڑھی، اعادہ واجب

امام اہلسنّت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز سے سوال ہوا جس شخص پر نماز قصر ہو وہ سفر میں بہ نیت ثواب دیدہ ودانستہ پوری پڑھے گا تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ ارشاد فرمایا:

"بیشک گناہ گار و مستحق عذاب ہوگا، نبی ﷺ فرماتے ہیں: یہ قصر صدقہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا اس کے صدقہ کو قبول کرو۔" (فتاویٰ رضویہ ج:۸،ص:۲۶۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جہلاً پڑھی (پوری) اس پر مواخذہ (پکڑ) ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب ہے۔" (ایضاً۔۲۷۰)

جاننا چاہئے کہ یہ اس صورت میں ہے جب مسافر نماز اکیلا پڑھے کہ مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والی فرض کو دو پڑھے اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے اور قصداً چار پڑھی اور دو رکعت پر قعدہ کیا تو فرض ادا ہوگئے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہوگئیں مگر گنہگار اور مستحق نار رہا کہ واجب ترک کیا اس لئے امام اہل سنت الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اس نماز کے پھیرنے (دوبار پڑھنے) کو واجب فرمایا۔ ہاں! اگر کسی مقیم امام کے پیچھے چار پڑھی تو کوئی گناہ نہیں کہ اب اس پر چار پڑھنی واجب ہے۔

مسافر نے چار پڑھائی تو مقیم کی نماز نہ ہوئی

مسافر (امام) اگر بے نیت اقامت چار رکعت پوری پڑھے (یا پڑھائے) گا گنہگار ہوگا اور مقیمین (غیر مسافر) کی نماز اس کے پیچھے باطل ہوجائے گی اگر دو رکعت اولیٰ کے بعد اس کی اقتدا باقی رکھیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۸،ص:۲۷۱)

سفر میں نابالغ اور حائضہ کا شرعی حکم کافر تین دن (مسافت سفر۹۳) کی راہ کے ارادے سے نکلا، دو دن (درمیان مسافت سفر) کے بعد مسلمان ہوگیا تو اس کے لیے قصر ہے۔ اور نابالغ تین دن (مسافت سفر۹۳ر کلومیٹر) کی راہ کے قصد سے نکلا اور راستے میں بالغ ہوگیا، اب سے جہاں جانا ہے تین دن (مسافت سفر۹۳ر کلومیٹر) کی راہ نہ ہو تو پوری پڑھے۔ حیض (ایم سی) والی پاک ہوئی اور اب سے تین دن (مسافت سفر) کی راہ نہ ہو تو پوری پڑھے۔ (بہار شریعت ح:۴،ص:۷۴۴)

شبہہ اور اس کا ازالہ نابالغ اور حیض والی خاتون اپنی نابالغی اور حیض کی حالت میں ہی مسافت سفر۹۳ر کلومیٹر کی راہ کے پختہ ارادہ سے اپنی آبادی سے باہر ہوگئے مگر وہ شرعاً مسافر نہ ہوئے، آخر کیوں؟ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نابالغ و حائضہ دونوں ہی نے جس حالت میں سفر شروع کیا ہے وہ اس حالت میں امور شریعت کے اہل نہ تھے جیسا کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ نابالغ تو شریعت کا مکلّف نہ تھا اور حائضہ کہ حالت حیض میں نماز اس کے ذمہ سے ساقط تھی اب جب نابالغ، بالغ ہوا یا حائضہ حیض سے پاک ہوئی تو نابالغ بلوغ کی وجہ سے شریعت کا مکلّف ہوا اور حائضہ اپنے طہر کے بعد نماز کی اہل ہوئی۔ لہٰذا مسافرت کا حکم یہاں سے جاری ہوگا اب اگر آگے کا سفر مسافت سفر کی مقدار جانے کا ہے تو نماز میں قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے۔ (شامی کتاب الطہارت۔ ج:۱،ص:۷۴۶)

اس بات سے آپ بخوبی روشناس ہیں کہ مسافر جب تک سفر میں ہے وہ بہت ساری خصوصی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ مثلاً نماز میں قصر، رمضان میں قضائے روزۂ رمضان کی رخصت، ایام نحر میں مالک نصاب ہونے کے باوجود مسافر پر قربانی کا واجب نہ ہونا وغیرہ جیسے بہت سارے اسلامی مسائل ہیں جن میں مسافر دوسرے عام مکلفین سے مستثنیٰ ہوتا ہے یہ اختصاصی حکم اس بات پر موقوف ہوتا ہے کہ مسافر کا سفر

اسلامی نقطہ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟ سفر اپنے مسافت سفر پر صحیح طور سے واقع ہے تو یقیناً سفر شرعی کا انعقاد ہوتا ہے اور اگر سفر کی مسافت ۹۳ رکلومیٹر کی راہ پوری نہیں ہوتی یوں ہی نیت میں استقلال واتصال نہ ہو تو بھی وہ سفر شرعی سفر نہیں کہلاتا ہے۔ اسی طرح سفر کے ختم ہونے کے سلسلے میں دو باتیں نہایت اہم ہیں ایک وطن اصلی میں پہنچ جانا اور دوسری بات وطن اقامت ہے۔ وطن اصلی کے حقائق اور اس کے مسائل سے آپ بخوبی واقف ہو چکے، وطن اقامت سے آگہی بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ وطن اصلی کی۔ آیئے! وطن اقامت کا جائزہ لیں۔

وطن اقامت کا تفصیلی جائزہ

وطن اقامت یہ وطن کی دوسری قسم ہے۔ وطن اقامت بھی وطن اصلی کی طرح سفر کو روکنے میں موثر ہوتا ہے۔

وطن اقامت یہ وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا وہاں ارادہ کیا ہو۔

مدت سفر سے پہلے نیت اقامت صحیح وطن اقامت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تین دن (مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر) کے سفر کے بعد وہاں اقامت کی ہو بلکہ اگر مدت سفر طے کرنے سے پیشتر بھی اقامت کرلی، وطن اقامت ہو گیا۔

یاد رکھیں! سفر کے دوران کسی آبادی میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادہ سے اقامت (ٹھہراو، پڑاو) کرلی تو اب سفر کی سہولتوں کا فائدہ نہ ہوگا، وہاں نماز پوری پڑھنی واجب ہے، قصر جائز نہ ہوگا۔ یونہی روزۂ رمضان قضا کرنے کی رخصت بھی نہ ہوگی۔

مسئلہ: وطن اقامت دوسرے وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ

دن کے ارادہ سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی دونوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔ یوں ہی وطن اقامت وطن اصلی وسفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ (بہار شریعت ح:۴،ص:۷۵۱)

تفصیلات بالا کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ سفر کو روکنے اور اس کو ختم کرنے میں وطن اصلی کی طرح وطن اقامت کی نیت بھی نہایت مؤثر ہے لیکن یہاں یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ وطن اقامت کی نیت مطلقاً اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے کچھ شرطوں کی پابندی لازمی ہے۔

شرائط صحت نیت اقامت دوران سفر نیت اقامت صحیح ہونے کے لیے چھ شرطیں ہیں۔

① **شرط**: چلنا ترک کرے اگر چلنے کی حالت میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہیں۔

مسئلہ: مسافر جا رہا ہے اور شہر یا گاؤں میں پہنچا نہیں اور نیت اقامت کر لی تو مقیم نہ ہوا اور پہنچنے کے بعد نیت کی تو (مقیم) ہو گیا اگرچہ ابھی مکان وغیرہ کی تلاش میں پھر رہا ہو۔ (بہار شریعت ح:۴،ص:۷۴۵)

② **شرط**: وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا یا غیر آباد ٹاپو وغیرہ میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوا۔

مسئلہ: مسلمانوں کا لشکر (قافلہ وغیرہ) کسی جنگل میں پڑاؤ ڈال دے اور ڈیرہ، خیمہ نصب کر کے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو مقیم نہ ہوا۔ جو لوگ جنگل میں خیموں میں رہتے ہیں وہ اگر جنگل میں خیمہ ڈال کر پندرہ دن کی نیت سے ٹھہریں تو مقیم ہو جائیں گے، بشرطیکہ وہاں پانی اور گھاس وغیرہ دستیاب ہوں کہ ان کے لیے جنگل ویسا ہی ہے جیسے ہمارے لئے شہر اور گاؤں۔ (بہار شریعت ح:۴،ص:۷۴۴)

معلوم ہوا کہ لشکر، قافلہ وغیرہ جنگل میں اقامت کی صورت میں مسافر ہی رہا کہ وہ جگہ اقامت کے قابل نہ تھی۔ نمازوں میں قصر اور دیگر سفر کی سہولتیں اپنے حال پر باقی رہیں گی۔ البتہ بادیہ نشینوں کے لیے یہ حکم نہ ہوگا۔

(۳) **شرط**: پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہ ہوگا۔

یاد رکھیں!

ایسا مسافر جو دورانِ سفر پندرہ دنوں سے کم ٹھہرنے کی نیت کرتا ہے وہ مسافر ہی رہا مقیم نہ ہوگا کہ فقہ حنفی میں وطن اقامت کی نیت کی صحت پندرہ ایام کی اقل مدت کے ساتھ مشروط ہے۔ یعنی جب مسافر پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کسی آبادی یا لائق اقامت جگہ میں کرے تو اب وہ مسافر نہ رہا اب اسے قصر حرام اور نمازیں پوری پڑھنا واجب ہے۔ یوں ہی مسافر اپنے ارادہ میں پختہ ہو۔

سالہا سال مسافرت ختم نہ ہوگی مسافر کسی کام کیلئے یا ساتھیوں کے انتظار میں دو چار روز یا تیرہ چودہ دن کی نیت سے ٹھہرا یا یہ ارادہ ہے کہ کام ہو جائے گا تو چلا جائے گا اور دونوں صورتوں میں اگر آج کل آج کل کرتے برسیں (سالوں سال) گزر جائیں جب بھی وہ مسافر ہے نماز قصر پڑھے۔ (بہار شریعت ح:۴،ص:۷۴۷)

معلوم ہوا کہ ختم سفر کی شرعاً کوئی میعاد نہیں ہوتی آدمی اس وقت تک مسافر ہے جب تک واپس اپنے وطن میں نہ آجائے یا پھر شہر، گاؤں یا کسی قابل رہائش جگہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ نہ کرلے۔ درمیان سفر پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت سے مسافرت ختم نہیں ہوتی۔ اگرچہ ٹکڑیوں میں اس کی نیت پندرہ دن کا احاطہ کرلے پھر بھی وہ مسافر رہے گا۔ نماز میں قصر اور دیگر اسلامی سہولتوں سے وہ لطف اندوز ہوگا۔

(۴) **شرط**: یہ نیت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو اگر دو موضعوں (علاقوں، جگہوں) میں پندرہ دن

ٹھہرنے کا ارادہ ہو مثلاً ایک میں دس دن دوسرے میں پانچ دن کا تو مقیم نہ ہوگا۔

مسئلہ: دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور وہ دونوں (جگہ) مستقل ہوں جیسے مکہ و منیٰ تو مقیم نہ ہوا اور اگر ایک دوسرے کے تابع ہو جیسے شہر اور اس کی فنا تو مقیم ہو گیا۔　　(بہار شریعت ح:۴،ص:۷۴۴، ۷۴۵)

نیت اقامت میں شب باشی کی جگہ معتبر

(کسی نے) یہ نیت کی کہ ان دو بستیوں میں پندرہ روز ٹھہرے گا ایک جگہ دن میں رہے گا اور دوسری جگہ رات میں تو اگر پہلے وہاں گیا جہاں دن میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو مقیم نہ ہوا (نیت بیکار ہوگئی) اور اگر پہلے وہاں گیا جہاں رات میں رہنے کا قصد ہے تو مقیم ہو گیا پھر یہاں سے دوسری بستی میں گیا جب بھی مقیم ہے۔　　(بہار شریعت ح:۴،ص:۷۴۵)

یاد رہنا چاہیے! سفر میں دو مستقل جگہوں کی نیت اقامت سے مسافر مقیم نہ ہوگا البتہ دو جگہوں کی نیت کی مگر دوسری جگہ مستقل نہیں بلکہ وہ جگہ تابع شہر ہے جیسے شہر کے لیے فنائے شہر یعنی شہر کے باہر وہ جگہ جو شہر کے کاموں کے لیے ہو مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، کچہری وغیرہ ایسی صورت میں نیت صحیح اور وہ مقیم ہو گیا۔ یوں ہی دو جگہوں میں رہنے کے ارادے سے اقامت کی نیت کی تو دیکھنا چاہیے کہ مسافر پہلے کہاں گیا اگر رات گزارنے والی جگہ پہلے گیا تو شرعاً وہ مقیم ہو گیا ورنہ نہیں۔

⑤ **شرط:** اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو کسی کا تابع نہ ہو۔

تابع: وہ شخص ہے جو کسی کی ذمہ داری میں ہو وہ تابع کہلاتا ہے، جیسے نوکر

متبوع: جس کی ذمہ داری میں ہو (جس کے تابع ہو) اس کو متبوع کہیں گے۔

مسئلہ: جو شخص کہیں گیا اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہیں مگر قافلہ کے ساتھ جانے کا ارادہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ قافلہ پندرہ دن کے بعد جائے گا تو وہ مقیم ہے

اگرچہ اقامت کی نیت نہ کی ہو۔ (بہارشریعت۔ ح:۴،ص:۷۴۷)

تابع کی نیت اقامت بے معنی مسافر اگر اپنے ارادہ میں مستقل نہ ہوتو پندرہ دن کی نیت اقامت سے مقیم نہ ہوگا، مثلاً عورت جس کا مہر معجّل (نقدی مہر) شوہر کے ذمہ باقی نہ ہو کہ وہ شوہر کی تابع ہے، اس کی اپنی نیت بیکار ہے یوں ہی نوکر کہ یہ اپنے آقا کا تابع ہے، قیدی قید کرنے والے کا تابع ہے وہ شاگرد جس کو اپنے استاذ کے یہاں سے کھانا ملتا ہے یہ اپنے استاذ کا تابع ہے، نیک بیٹا اپنے باپ کا تابع ہے ان سب کی اپنی نیت بے کار ہے بلکہ جن کے تابع ہے ان کی نیتوں کا اعتبار ہے۔ ان (متبوع) کی نیت اقامت کی ہے تو تابع بھی مقیم ہیں ان (متبوع) کی نیت اقامت کی نہیں تو یہ بھی مسافر ہیں۔ (بہارشریعت۔ ح:۴،ص:۷۴۵)

تابع کو متبوع سے سوال ضروری تابع کو چاہئے کہ متبوع سے سوال کرے وہ جو کہے اس کے بموجب عمل کرے اور اگر اس نے کچھ نہ بتایا تو دیکھے کہ (متبوع) مقیم ہے یا مسافر اگر وہ مقیم ہے تو تابع اپنے کو مقیم سمجھے اور مسافر ہے تو مسافر۔ اور یہ بھی نہ معلوم ہو، تو تین دن (مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر) کی راہ طے کرنے کے بعد قصر کرے اس سے پہلے پوری پڑھے۔ اور اگر سوال نہ کرے تو وہی حکم ہے کہ سوال کیا اور کچھ جواب نہ ملا۔ (بہارشریعت ح:۴،ص:۷۴۶)

خلاصہ تابع کو بہر حال بحالت سفر اپنے متبوع کا پابند رہنا لازم ہے متبوع جیسا کہے اس کے مطابق تابع پر عمل ضروری ہے کہ سفر میں تابع کی نیت اقامت بے معنی ہے۔ اس پر فقط اپنے متبوع کی اتباع لازم ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام میں امیر سفر اور سالار قافلہ کس قدر اہم ہے کہ فرائض کی صورت ادائیگی اس کے حکم کے بغیر طے نہ ہو سکے گی۔

نابینا مسافر کا شرعی حکم عام لوگوں کی طرح نابینا بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرتا ہے بینا کی طرح نابینا بھی احکام شریعت کا پابند ہوتا ہے عموماً نابینا کے ساتھ کوئی نہ کوئی اس کے سفر کا معاون بھی ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ نابینا مسافر احکام شریعت کی پابندی میں اپنے ہمراہ معاون کا پابند ہوگا یا معاون نابینا کا پابند ہوگا؟

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"اندھے کے ساتھ کوئی پکڑ کر لے جانے والا ہے اگر یہ اس کا نوکر ہے تو نابینا کی اپنی نیت کا اعتبار ہے اور اگر محض احسان کے طور پر اس کے ساتھ ہے تو اس (معاون) کی نیت کا اعتبار ہے۔" (بہار شریعت۔ ح:۴، ص:۷۴۶)

⑥ **شرط**: اس (مسافر) کی حالت اس کے ارادہ کے منافی (مخالف) نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ نیت اقامت صحیح ہونے کی چھٹی اور آخری شرط، مسافر کی حالت اس کے ارادہ کے مخالف نہ ہو اس کا صاف مطلب ہے کہ نیت و حالت میں یکسانیت ضروری ہے اگر نیت حالت کی مغائر ہے تو نیت بیکار ہوگی مسافر پر حالت کے مطابق عمل لازم ہوگا۔ اس کو مسئلہ ذیل کی روشنی میں یوں سمجھنا چاہئے۔

مسئلہ: جس نے اقامت کی نیت کی مگر اس کی حالت بتاتی ہے کہ پندرہ دن نہ ٹھہرے گا تو نیت صحیح نہیں، مثلاً حج کرنے گیا اور شروع ذی الحجہ میں پندرہ دن تک مکہ معظّمہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو یہ نیت بیکار ہے کہ جب حج کا ارادہ ہے تو عرفات و منیٰ کو ضرور جائے گا پھر اتنے دنوں مکہ معظّمہ میں کیوں کر ٹھہر سکتا ہے اور منیٰ سے واپس آ کر نیت کرے تو صحیح ہے۔ (بہار شریعت۔ ح:۴، ص:۷۴۷)

فائدہ جاننا چاہئے کہ حج کا کام یوم الترویہ (یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کہ جس نے حج کا احرام نہ باندھا ہو وہ آداب احرام کو بجالاتے ہوئے احرام باندھ لے)

سے شروع ہو جاتا ہے حاجی کو بحالت احرام آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ پہنچنا ہے یہاں آٹھویں کی نماز ظہر تا نویں ذی الحجہ کی نماز فجر پڑھنا مسنون ہے، پھر ۹/ ذی الحجہ کو مقام منیٰ میں جب سورج کوہ ثبیر جو مسجد خیف کے سامنے ہے پر چمکے تو اس وقت عرفات کے لیے روانہ ہو جانا ہے ایسی صورت میں وہ مسافر حاجی جو ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخوں میں مکہ مکرمہ پہنچتا ہے اور مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت کرتا ہے تو اس کی نیت اقامت لغو ہوگی کہ نیت اقامت اس کی حالت کے منافی و مغائر ہے جبکہ نیت اقامت کی صحت کے لیے اس کی حالت کے منافی نہ ہونا شرط ہے۔ لہٰذا وہ اپنی نیت سے مقیم نہ ہوگا۔ کہ اس کی حالت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مستقل پندرہ دنوں تک مکہ میں قیام نہ کر سکے گا۔ لہٰذا اُسے مکہ مکرمہ، منی اور عرفات وغیرہ کی نمازوں میں قصر کرنا واجب ہے، البتہ بعد فراغت حج منیٰ سے مکہ واپس آکر نیت اقامت کرنے کا مجاز ہوگا جبکہ یہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ظن غالب ہو۔

تقصیر صلاۃ احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں

بحالت سفر نمازوں میں قصر بالاجماع جائز اور احناف کے نزدیک واجب ہے، بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اصل نماز دو دو رکعت ہی فرض تھی تحویل قبلہ کے وقت ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں مزید دو رکعت کا الحاق ہوا۔ احادیث نبویہ ﷺ اس عنوان پر کثیر ہیں۔ چند احادیث کریمہ نذرِ ناظرین ہیں:

قصر صدقہ الٰہی ہے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”میں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، اللہ عزوجل نے تو یہ فرمایا: نماز میں قصر کرو اگر تمہیں کافروں سے خوف کا اندیشہ ہو اور اب تو لوگ امن میں بھی قصر کرتے ہیں، فرمایا: اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا میں نے رسول اقدس ﷺ سے

سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ (قصر) ایک صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر تصدق فرمایا اس کا صدقہ قبول کرو۔" (مسلم شریف۔ ص ۲۴۷)

نماز قبل ہجرت دو رکعت فرض ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نماز دو رکعت فرض کی گئی پھر جب حضور اقدس ﷺ نے ہجرت فرمائی تو چار فرض کر دی گئی اور سفر کی نماز اسی پہلے فرض (دو رکعت) پر چھوڑ دی گئی۔"
(صحیح بخاری۔ ج:۲، ص:۶۰۴)

سفر کی دو رکعت چار کے برابر "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز سفر کی دو رکعت مقرر فرمائی اور یہ پوری ہے کم نہیں یعنی اگر چہ بظاہر دو رکعت کم ہو گئیں مگر ثواب میں دو ہی چار کے برابر ہیں۔"
(سنن ابن ماجہ۔ ج:۲، ص ۵۴)

چار رکعتیں کب فرض ہوئیں؟ "فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح صحیح بخاری علیہ رحمۃ الباری لکھتے ہیں:

"امام ضحاک نے اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے: تحویل قبلہ سے پہلے ظہر، عصر اور عشا بھی دو رکعتیں تھیں، حضور اقدس ﷺ ظہر کی دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ جبرئیل امین (علیہ السلام) تحویل قبلہ کی آیت لے کر اُترے اور حضور اقدس ﷺ کا رُخ کعبے کی طرف پھیرا اور اشارہ کیا کہ دو رکعت اور پڑھ لیں اور حکم دیا کہ عصر اور عشاء میں بھی چار رکعتیں پڑھیں اور عرض کیا کہ پہلی مقدار (دو رکعت) آپ کی امت کے مسافروں اور غازیوں کے لیے ہے" اس کی تائید ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ گزرا۔ (نزہۃ القاری۔ ج:۳، ص:۴۵۳)

سفر میں دو اور حضر میں چار فرض فقہ حنفی کے جلیل القدر امام محمد بن حسن

شیبانی تلمیذ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما اپنی تصنیف لطیف موطا امام محمد میں لکھتے ہیں؛

الحدیث: ''فُرِضَتِ الصَّلٰوۃُ رَکْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَ السَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَ زِیْدَ فِی صَلٰوۃِ الْحَضَرِ'' (موطا امام محمد۔ ص:۱۲۹)

ترجمہ: ''نماز سفر و حضر میں دو دو رکعت ہی فرض کی گئی پھر نماز سفر ویسے ہی برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ فرما دیا گیا۔''

احادیث نبویہ ﷺ کی ضوفشانیوں سے نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ بحالت سفر نمازوں میں قصر کا حکم عین حدیث نبوی کے مطابق ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف سے نمازوں میں قصر بندوں کے لیے عظیم صدقہ ہے۔ اس سے روگردانی کرنا شان بندگی کے سخت خلاف ہے۔ فقہائے احناف نے سفر میں چار رکعتی فرض نمازوں کے اندر قصر کو واجب قرار دیا ہے، یاد رہنا چاہئے کہ واجب کا ترک معصیت ہے اور معصیت سے اجتناب ضروری اور ایمان کا اہم تقاضہ ہے، اب بھلا کب جائز ہوگا کہ مسلمان سفر میں قصر چھوڑ کر پوری پڑھے۔ جو لوگ کہ سفر میں قصر پڑھنے کو رخصت اور پوری پڑھنے کو عزیمت اور باعث ثواب جانتے اور اس کی طرف رغبت دلاتے ہیں وہ سخت ٹوٹے میں ہیں اور فقہ و حدیث کی حلاوت سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اللہ عزوجل حدیث فہمی اور فقہ کی سچی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

سفر میں سنت و نفل کا شرعی جائزہ

نماز سفر و حضر میں اپنے وقتوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے، البتہ بحالت سفر چار رکعتی فرض نمازوں میں قصر یعنی دو رکعت پڑھنی واجب ہے۔ باقی سنت و نفل اور وتر کی نماز حضر (گھر) کی طرح پڑھنا مسنون عمل ہے۔ نہ تو ان نمازوں میں قصر ہے، نہ منع ہیں اور نہ ہی بالکل معاف ہیں۔ بطور ترغیب عمل چند احادیث نبویہ ﷺ نذر ناظرین ہیں۔

الحدیث: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''میں نے نبی ﷺ کے ساتھ حضر وسفر دونوں میں نمازیں پڑھی ہیں۔ میں نے حضر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعت سنت پڑھی اور سفر میں ظہر کی دو رکعت فرض اور اس کے بعد دو رکعت سنت اور عصر میں صرف دو رکعت فرض پڑھی اس کے بعد کچھ نہ پڑھا اور مغرب میں سفر وحضر دونوں میں برابر تین رکعت فرض پڑھی، اس میں کوئی قصر نہ فرماتے کہ وہ دن کی وتر ہے اور اس کے بعد دو رکعت سنت پڑھی۔''
(ترمذی شریف۔ج:۲،ص۷۶)

الحدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ وطن میں بھی نماز فرض ادا فرمائی اور سفر میں بھی۔ ہم وطن میں بھی فرض نماز سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے تھے اور سفر میں بھی فرض نماز سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے تھے۔''　(سنن ابن ماجہ۔ج:۱،ص:۳۴۱)

احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں واضح ہوا کہ نبی رحمت ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ ﷺ وطن کی طرح سفر میں بھی سنت ونفل کا التزام فرماتے، مذکورہ احادیث کریمہ کے علاوہ کثیر احادیث نبویہ اس عنوان میں وارد ہیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ غیب داں نبی ﷺ پنج وقتہ نمازوں میں سنت مؤکدہ تو سنت مؤکدہ دوسری نفل نمازیں بھی آپ کے معمولات سفر کا عظیم حصہ ہیں۔

ایک حدیث میں ہے:

الحدیث: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے ان کے دولت کدے پہ غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز، نماز چاشت ادا فرمائی۔''
حالاں کہ یہ نماز سنت موکدہ نہ تھی بلکہ نفل تھی۔　(صحیح مسلم۔ج:۱،ص:۴۹۸)

یہ بات جگ ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں مسافر تھے اس کے باوجود آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اپنی چچازاد بہن ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز چاشت ادا فرمائی حالاں کہ یہ نماز سنت مؤکدہ نہیں بلکہ نفل ہے۔ افسوس اس بات پہ نہیں کہ کچھ لوگ سفر میں سنت غیر مؤکدہ اور نفل نمازیں بلاوجہ ترک کرتے ہیں بلکہ نہایت افسوس ناک یہ ہے کہ کچھ لوگ بسا اوقات مسلمانوں کو سفر میں سنت و نفل نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ یہ عمل سنت نبوی ﷺ اور قرآنی آیت کے سخت خلاف ہے۔

نماز سے روکنا کفار کا طریقہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو نماز سے روکنا کافروں کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی"ؕ (سورۂ علق۔ پ:۳۰، آیت:۹،۱۰)

ترجمہ: "بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ (مومن) کو جب وہ نماز پڑھے۔" (کنز الایمان)

شانِ نزول یہ آیت ابو جہل کے متعلق نازل ہوئی اس نے حضور ﷺ کو بیت اللہ شریف میں نماز سے روکا تھا، اور اپنے دوستوں سے کہتا تھا، کہ اگر میں حضور کو یہاں نماز پڑھتے دیکھوں گا تو ان کی گردن کچل دوں گا۔ (معاذ اللہ) حضور وہاں نماز پڑھ رہے تھے کہ مردود اس برے ارادے سے بڑھا، مگر فوراً اُلٹے پاؤں پیچھے بھاگا۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ تو بولا! میرے اور حضور ﷺ کے درمیان آگ کی خندق اور خطرناک پرندے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر ابو جہل میرے قریب آتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے کر دیتے، فقہا فرماتے ہیں کہ جو کراہت کے وقت نماز پڑھنے لگے تو اسے بھی نماز سے نہ روکو، بعد نماز مسئلہ سمجھا دو تاکہ اس آیت کی زد میں نہ آ جاؤ۔"

(تفسیر نور العرفان۔ ص:۹۷۹)

مسلمانو! ذرا سوچو! اوقات ممنوعہ (طلوع، غروب آفتاب اور ٹھیک دوپہر) میں نماز اور سجدہ تلاوت وغیرہ تک منع ہیں۔ عقل چاہتی ہے کہ ممنوعہ اوقات میں نماز پڑھنے والوں کو منع کیا جائے، مگر فقہائے کرام نے وقت ممنوع میں نماز پڑھنے والوں کو روکنے کو منع فرمایا، تاکہ آیت قرآنیہ کی گرفت سے بچ سکیں۔ مگر افسوس! وہ کس قدر جری و بے باک ہیں جو بے لگام ہوکر سنت و نفل نمازوں سے منع کرنے میں بالکل دریغ نہیں کرتے ایسا لگتا ہے کہ اشد الکفار ابو جہل سے ایک درجہ آگے ترقی کے خواہاں ہیں۔ العیاذ باللہ

سنت کو ہلکا جان کر چھوڑنا کفر

فقہاء فرماتے ہیں، جب کہ سنت کو حق نہ سمجھے تو اس صورت میں سنت نماز کو چھوڑ دینا کفر ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"رَجُلٌ تَرَكَ الصَّلَاةَ إِنْ لَمْ يَرَ السُّنَّةَ حَقًّا فَقَدْ كَفَرَ لِأَنَّهُ تَرَكَهَا اِسْتِخْفَافاً"

ترجمہ: "کسی آدمی نے نماز کی سنتوں کو حق نہ سمجھ کر چھوڑا تو کفر کیا کہ اس نے سنتوں کو ہلکا جان کر چھوڑا۔"

فائدہ جبکہ سنت کا استخفاف (ہلکا جاننا) کفر ہے تو جس کی سنت ہے یعنی حضور ﷺ کا استخفاف بدرجہ اولیٰ کفر ہے۔ (فقہی پہلیاں۔ ص: ۶۰)

انتبــــاہ! ہمیشہ مسلمانوں کو اپنے ایمان و اسلام اور مسلک کے تئیں بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ معاشرے میں بہت سارے لوگ ہیں جو اسلامی لباس میں عالم نما ہوکر فرائض کی اہمیت بتانے کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کو سنت نبوی ﷺ سے دور و نفور کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ آپ بخوبی واقف ہو چکے کہ سنت نبوی ﷺ سے دور و نفور کرنے یا ہونے اور اس کو ہلکا جاننے کا انجام کس قدر ہلاکت خیز ہے کہ بسا اوقات مسلمان اپنے ایمان و اسلام تک سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

نیکیوں سے روکنا ولید بن مغیرہ کا شیوہ رب ذوالجلال قرآن کریم کے سورہ قلم، پارہ ۲۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعۡ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيۡنٍ ۙ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيۡمٍ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلۡخَيۡرِ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ۙ

ترجمہ: ''اور ہر ایسے کی بات مت سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ہے، ذلیل بہت طعنے دینے والا بہت ادھر کی ادھر لگاتے پھرنے والا بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار۔'' (کنزالایمان)

شانِ نزول حضرت علامہ مفتی نعیم الدین فاضل مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''یہ آیت ولید ابن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی۔ جو حضور ﷺ کو مجنون کہتا تھا، قرآن کریم نے اس کے دس عیب بیان فرمائے، آخر میں فرمایا کہ وہ حرامی ہے، معلوم ہوا کہ رب ستار العیوب ہے لیکن جو اس کے محبوب کو عیب لگائے رب اس کی پردہ دری کر دیتا ہے۔ ولید ابن مغیرہ اپنے اہل وعیال سے کہتا تھا کہ اگر تم اسلام لائے تو تمہیں اپنے مال سے محروم کردوں گا اس سے معلوم ہو کہ اچھی باتوں سے روکنا ولید بن مغیرہ کا شیوہ ہے۔'' (تفسیر نورالعرفان۔ص:۹۰۱)

قارئین حضرات اندازہ لگائیں کہ رب تبارک وتعالیٰ جو کائنات کا ستار العیوب ہے مگر جب کوئی اس کے محبوب ﷺ کی شان رسالت میں عیب جوئی اور حرف گیری کرتا ہے تو اسے جلال آجاتا ہے، پھر وہ اپنے محبوب ﷺ کے دشمن کی قلعی کھول کر رکھ دیتا ہے۔ یوں ہی نیکیوں سے روکنا بھی اسے سخت ناپسند ہے۔ اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ دشمنان رسالت کی برائیاں بتانا غیبت نہیں، بلکہ سنت الٰہیہ ہے اوران لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو لوگوں کو سفر وحضر میں آقائے کریم ﷺ کی سنت ونوافل اور نیکیوں

سے منع کرتے ہیں ان کا یہ طریقۂ کار مومنین کے طرہ سے جدا اور غیر اسلامی ہے جو رب ذو الجلال کو سخت ترین ناپسند ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں ایسوں کی متابعت سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے! نیکیوں کی دعوت اور برائیوں سے بچنے کی ہدایت کرنا اللہ عزوجل کو بے انتہا پسند ہے اور اس عظیم کام کو وہ مومن بندے جو نماز قائم رکھتے ہیں ان کی خصلت بتایا ہے جگہ جگہ قرآن کریم اس مضمون پر ناطق ہے۔

فائدہ سنت و نفل نمازوں میں نہ قصر ہے اور نہ ہی یہ بالکل معاف ہیں البتہ سفر میں رواروی اور خوف ہو تو سنت و نفل نمازوں کے ترک کی اجازت ہے جیسا کہ بعض حدیثوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے، فرض نمازوں میں قصر واجب ہے۔ تنہا پوری پڑھنے کی اجازت نہیں۔ فرض نمازوں کو بحالت سفر بھی ان کی پابندیوں کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے، مثلاً فرض نمازیں سواری پر، چلتی ٹرین یا غیر قبلہ ہو کر نہیں پڑھی جا سکتی ہیں بخلاف اس کے کہ سنت و نفل نمازوں میں ایسی کوئی پابندی نہیں، ضرورۃً سواری اور غیر قبلہ کی طرف بھی یہ نمازیں ادا ہو جاتی ہیں، نتیجۃً معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کی ادائیگی کے لیے سفر کو اتنی دیر تک موقوف کرنا ضروری ہے تاکہ فرضوں کو ان کی شرط ورکن کے ساتھ صحیح طور پر ادا کیا جا سکے۔

اسلامی مراعات

اسلام ایک مذہب مہذب خدائی دین ہے۔ اسلام میں اس کے مکلفین کے احوال و عوارض اور ان کی کیفیات کا عمل میں بڑا دخل ہے۔ التزام شریعت کے معاملے میں اسلام ایک ڈنڈے سے ہانکنے کی روایت کو صحیح نہیں مانتا ہے۔ حضر و سفر، خلوت و جلوت اور مرض و صحت بہر صورت احکام شریعت کو بجالانا لازمی ہے مگر مکلّف کی حالت

ونوعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے شریعت مطہرہ طریقہ ادائیگی کا حکم صادر کرتی ہے اور کافی رعایتیں بھی عطا کرتی ہے۔

نمازوں میں قصر کی رعایت اس سے پہلے ہم جان چکے ہیں کہ فرائض پنج گانہ نماز میں صرف چار رکعتی نماز، ظہر، عصر اور عشا میں بالغ مرد وعورت جب کہ مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر کی راہ کے ایک لخت پختہ ارادہ سے اپنی آبادی سے باہر ہو جائیں تو قصر واجب ہے یعنی چار رکعتی نمازوں میں چار کی بجائے دو پڑھنی کافی ہے جب کہ مسافر تنہا یا مسافر امام کی اقتدا میں نماز پڑھے۔ نماز فجر، مغرب اور وتر پوری پڑھنی واجب ہے ان میں کوئی قصر نہیں۔ یونہی حالت سفر میں سنت ونفل نمازیں بھی پڑھنا مسنون عمل ہے۔ ہاں اگر سفر میں کسی بات کا خوف یا بے امنی کا ڈر یا روا روی ہو تو سنت ونفل نمازیں چھوڑنی جائز ہیں۔

قضائے سفر میں اذان و جماعت مسنون فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''بحالت سفر پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اذان بھی سنت ہے اور جماعت بھی۔'' (منفرداً بھی پڑھی تو کوئی قباحت نہیں) (نزہۃ القاری۔ ج:۳،ص:۲۹۵)

مسافر پر جمعہ واجب نہیں جمعہ واجب ہونے کے لئے گیارہ شرطیں ہیں، ان گیارہ شرطوں میں ایک اہم شرط شہر میں مقیم ہونا بھی ہے۔

گویا وجوب جمعہ کے لئے شہری یا مسافر کا شہر میں مقیم ہونا ضروری ہے۔ مسافر اگر شہر میں بہ نیت وطن اقامت مقیم نہیں تو اس پر جمعہ واجب نہیں۔ البتہ مسافر نے پھر بھی اگر جمعہ کی نماز پڑھی تو جمعہ ہو جائے گا۔ (بہار شریعت۔ ح:۴،ص:۷۷۵)

اس مسئلہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ مسافر نے اگر جمعہ کی نماز نہ پڑھی تو وہ

قطعاً تارک جمعہ (جمعہ چھوڑنے والا) نہ ہوا اور نہ ہی اس پر ترک جمعہ کے گناہ کا وبال آیا۔ یہاں یہ یاد رکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ مسافر کے حق میں عیدین (عید و بقرعید) کی نماز کا حکم جمعہ کی طرح ہے۔ یعنی اگر مسافر نے پڑھی تو بہت خوب! اور اگر کسی وجہ سے نہ پڑھ سکا تو شرعاً گناہ کا مرتکب نہ ہوا اور نہ ہی اس پر عیدین کی قضا۔

امام اہلسنّت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''عیدین کی نماز انہیں لوگوں پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ ج:۸،ص:۵۸۶)

مسافر کو رمضان میں افطار کی اجازت

مسافر شرعی کو شریعت مطہرہ میں ماہ رمضان میں خاص رعایت حاصل ہے اس کو ماہ رمضان میں روزۂ رمضان رکھنے اور نہ رکھنے یعنی دوسرے دنوں میں قضا کرنے کی اجازت ہے۔ اس کا سفر اچھے کام کے لئے ہو خواہ غلط مقصد سے ہو یوں ہی اس کا سفر تکلیف دہ ہو یا تکلیف والا نہ ہو، بہر صورت وہ روزہ رکھنے یا افطار کرنے میں مختار ہے۔ سفر باقی رکھتے ہوئے روزہ رکھتا ہے تو اس کا یہ عمل عزیمت ہے اور اگر روزہ نہیں رکھتا تو رخصت ہے مسافر پر ماہ رمضان میں روزۂ رمضان نہ رکھنے کا کوئی گناہ نہ ہوگا کہ وہ عزیمت و رخصت دونوں کا مجاز ہے۔

عزیمت پر عمل افضل ہے

عزیمت پر عمل کرنا رخصت پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔ مسافر کا روزہ قضا کر دینے کی رخصت ہے مگر روزہ رکھ لینا عزیمت ہے۔ ارشاد باری ہوا کہ روزہ رکھنا بہتر ہے نیک اعمال میں مشقت اٹھانا بھی عبادت ہے۔

(تفسیر نعیمی۔ پ:۲،ص:۱۹۴)

روزۂ سفر کی قضا کب کریں؟

سفر کے دوران جو رمضان کا روزہ ترک ہوا وطن پہنچتے ہی یا اقامت کے بعد اس کی قضا کرنی واجب ہے، روزہ کی قضا لگاتار واجب نہیں الگ الگ بھی رکھ سکتا ہے۔

روزہ رکھنا حرام، سفر کی قضا بھی جائز نہیں سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے، عید، بقر عید اور بقر عید کے بعد تین دن یعنی ذی الحجہ کی گیارہ بارہ اور تیرہ ان تاریخوں میں روزہ رکھنا حرام، ان میں سفر کے روزوں کی قضا کرنی بھی جائز نہیں۔
(تفسیر نعیمی۔پ:۲،ص:۱۹۴،۱۹۵)

قضا و فدیہ واجب نہیں مریض نے مرض کے سبب اور مسافر نے سفر کے سبب روزہ نہ رکھا یہاں تک کہ رمضان کا مہینہ ختم ہوگیا۔ مگر مریض اچھا نہ ہوا اور مسافر مقیم نہ ہوا تو اس پر قضا نہیں اور اسی حالت میں مریض و مسافر مر گئے تو فدیہ بھی واجب نہیں۔
(فقہی پہلیاں ص:۱۸۱)

قصر اور قضائے رمضان کی رخصت کا باہمی فرق کچھ لوگ یہ کہکر مسافر کو ورغلاتے ہیں کہ سفر میں چار رکعت پڑھنی بہتر ہے جس طرح کہ رمضان شریف میں مسافر کو روزہ رکھنا عزیمت اور بہتر ہے اور نہ رکھنا رخصت ہے۔

حکیم الامت حضرت علامہ الحاج مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”خیال رہے کہ مسافر کے روزے اور نماز میں دو طرح فرق ہے ایک یہ کہ اسے روزہ قضا کر دینا جائز ہے واجب نہیں مگر نماز کا قصر اس پر فرض ہے دوسرا یہ کہ مسافر چھوٹے روزوں کی قضا کرے گا مگر ان رکعتوں کی جو اسے معاف کر دی گئیں قضا نہ کرے گا۔ لہٰذا مسافر کے روزوں پر اس کی نماز کو قیاس کرنا درست نہیں۔“
(تفسیر نعیمی پ:۲،ص:۱۹۴)

مسافر کو زکاۃ لینے کی اجازت زکاۃ اسلام کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد اور ایک خاص مالی عبادت ہے۔ جو غریب و فقیر، بے سہارا اور شرعی ضرورت مند مسلمانوں کے لئے خورد و نوش اور معاشی صلاح و فلاح کا ذریعہ بھی ہے۔ جو مسافر مسلمان

اجنبی شہر میں اِدھر اُدھر پھر رہا ہے اسلام میں اس کے لیے اچھی خاصی رعایت ہے وہ اپنے گھر میں اگر چہ غنی اور مالک نصاب ہے مگر اسے بحالت سفر زکاۃ بوقت ضرورت بقدر ضرورت لینی جائز ہے۔

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''ابن سبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا زکوٰۃ لے سکتا ہے اگر چہ اس کے گھر مال موجود ہو مگر اسی قدر لے جس سے حاجت پوری ہو جائے۔''

(بہار شریعت ح:۵ ص:۹۲۶)

زکاۃ کی بقیہ رقم صرفہ میں لانا جائز سالہا سال گھر میں زکاۃ نکالنے والے غنی نے سفر میں حاجت کے وقت زکاۃ لی اب وہ وطن واپس آ گیا جبکہ اس کے پاس زکوٰۃ کی لی گئی رقم باقی رہ گئی ہے تو کیا اس کا واپس کرنا ضروری ہے؟

تو آپ فرماتے ہیں:

''مسافر نے اگر بوقت ضرورت مال زکوٰۃ بقدر ضرورت لیا پھر مسافر گھر پہنچ گیا تو کچھ زکوٰۃ میں کا باقی ہے اب بھی اپنے صرفہ میں لا سکتا ہے۔''

(بہار شریعت۔ح:۵،ص:۹۲۷)

مسافر پر قربانی واجب نہیں دین اسلام میں قربانی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ خاص دنوں میں خاص جانور کو بہ نیت تقرب (عبادت) ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے۔ قربانی درحقیقت حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو امت مسلمہ کے لئے باقی رکھی گئی ہے اور یہ احیائے سنت ابراہیم اور اس کی بقا کے لئے اس امت کے غنی لوگوں پر واجب ہے۔ اسلام میں قربانی واجب ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں ان میں ایک شرط اقامت ہے یعنی وجوب قربانی کے لئے مقیم ہونا شرط ہے۔ مسافر پر اصلاً قربانی واجب

نہیں، اس کے باوجود اگر مسافر نے قربانی کی تو یہ اس کے حق میں تطوع (نفل) ہے ثواب پائے گا۔ حج کرنے والے جو مسافر ہوں ان پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر (قربانی) واجب ہوگی۔ یوں ہی جو حاجی وطن اقامت کی نیت سے مقیم ہوا اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت ح:۵ ص:۳۳۲)

یاد رکھنا چاہئے ! وجوب قربانی کے لئے اقامت شرط ہے اقامت خواہ وطن اصلی کی شکل میں ہو یا وطن اقامت کی صورت میں یعنی پندرہ دن یا اس سے زیادہ قابل رہائش جگہ میں اقامت کی نیت کیا ہو ان دونوں صورتوں میں مسافر مقیم ہو جاتا ہے اور اسلامی سہولتیں رخصت ہو جاتی ہیں۔

حج کی قربانی حج کی قربانی بقرعید کے علاوہ ہے۔ رمی جمرۂ عقبہ سے فارغ ہو کر قربانی میں مشغول ہونا قارن اور متمتع (حاجی کی یہ دو قسم ہیں) حاجی پر واجب ہے اگرچہ فقیر ہوں کہ یہ قربانی حج کا شکرانہ ہے۔ بقرعید کی قربانی نہیں جس کے لئے غنی اور مقیم ہونا شرط ہو۔

بقرید کی قربانی حاجی پر کب واجب؟ وہ شخص جو مکہ مکرمہ میں یوم ترویہ (ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ) سے پہلے پندرہ دن یا اس سے زیادہ سے مقیم ہے اور وہ غنی ہے تو اس پر حج کی قربانی کے علاوہ بقرعید کی قربانی بھی واجب ہے۔ البتہ حاجی کو اختیار ہے کہ یہ قربانی وہیں حدود حرم میں کرے یا پھر کہیں اپنے وطن وغیرہ میں کسی کو اپنی قربانی کا وکیل کرے، بہر حال جہاں بھی یہ قربانی کرے گا قربانی صحیح ہوگی۔ بخلاف حج کی قربانی کہ اس کا حدود حرم میں کرنا واجب ہے۔ مگر وہ حاجی جو ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخوں میں بہ نیت حج مکہ مکرمہ پہنچا اور نیت اقامت بھی کر لی باوجود اس کے وہ مقیم نہ

ہوا کہ پندرہ دنوں کی نیت اقامت اس کی بیکار ہے کہ جب وہ حج کا ارادہ رکھتا ہے تو منیٰ وعرفات میں بھی ضرور جائے گا تو اس طرح ایک جگہ پندرہ دن کی اقامت نہ پائی گئی جو وطن اقامت کے لیے شرط ہے۔ لہٰذا وہ مقیم نہ ہوا اس پر بقرعید کی قربانی واجب نہ ہوئی۔

سفر میں موزوں پر مسح کا شرعی حکم دین اسلام میں موزوں پر مسح کی اجازت مسلمانوں کے لیے خاص رعایت ہے، جو تواتر حدیثوں سے ثابت ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، نے مسح علی الخف کو اہل سنت و جماعت کی علامت قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔ امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

موزوں پر مسح کا حکم خاص مدت کے ساتھ مخصوص ہے مقیم کے لیے مسح کی مدت ایک دن رات ہے جب کہ مسافر کو بحالت سفر مسح کے سلسلے میں خاص رعایت حاصل ہے۔ مسافر تین دن اور تین راتیں موزوں پر مسح کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ موزوں پر مسح کے سلسلے میں مرد و زن کا کوئی فرق نہیں، جس طرح مرد کو مسح علی الخف جائز ہے اسی طرح عورت بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہے۔

دھیان رہے! موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں اس سے زیادہ ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر دو ایک انگل کم ہو جب بھی مسح درست ہے، ایڑی نہ کھلی ہو۔ ہمارے ملک ہندوستان میں جو عموماً سوتی یا اونی موزے پہنے جاتے ہیں ان پر مسح جائز نہیں، ان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے، موزوں پر مسح اُس وقت جائز ہوگا جب وضو کر کے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد اور حدث (جس بات سے وضو واجب ہوتا ہے) سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص باوضو ہو خواہ پورا وضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر پہنے بعد میں وضو پورا کیا۔ اگر صرف پاؤں دھو کر پہنے اور بعد پہننے

کے وضو پورا نہ کیا اور حدث ہو گیا تو اب وضو کرتے وقت مسح جائز نہیں۔ جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔ (ماخوذ از بہار شریعت ح۲ ص ۳۶۳، ۳۶۴)

یاد رہنا چاہیے! موزہ پہنے ہوئے شخص کو وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرنا جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح کو جائز سمجھے۔

دورانِ سفر کے متفرق مسائل

سفر کے تعلق سے بعض مسائل شرعیہ سوال و جواب کی شکل میں اس خیال سے زینت قرطاس کیے جا رہے ہیں تاکہ قارئین حضرات کو مسائل سفر کی دریافت اور سمجھنے سمجھانے کے ساتھ ان کو یاد رکھنے میں سہولت ہو چوں کہ مسائل کے افہام و تفہیم اور اس کو محفوظ رکھنے کا اسے آسان طریقہ تصور کیا جاتا ہے۔

سوال: مسافت سفر ۹۲ر کلومیٹر یا اس سے زیادہ کی راہ تین دن سے کم میں طے کر لیا تو مسافر ہوا یا نہیں؟

جواب: سفر شرعی کے ثبوت کے لیے مسافت سفر ۹۲ر کلومیٹر کے راستے کے لیے ایک لخت ارادے سے اپنی آبادی سے باہر ہونا ضروری ہے اگرچہ سفر مدت مسافرت تین دن سے کم میں طے پایا ہو۔ بہار شریعت میں ہے: ''تین دن کی راہ (مسافت سفر ۹۲ر کلومیٹر) کو تیز سواری پر دو دن یا کم میں طے کرے تو مسافر ہی ہے اور تین دن (مسافت سفر ۹۲ر کلومیٹر) سے کم کے راستے کو زیادہ دنوں میں طے کیا تو مسافر نہیں۔'' (حصہ:۴ ص ۷۴۲)

سوال: کسی ولی نے بطور کرامت ۹۲ر کلومیٹر سے زیادہ کا راستہ منٹوں میں طے کیا تو مسافر ہوا یا نہیں؟

جواب: مسافرت کے لیے اتنا ضروری ہے کہ مسافت سفر کے ارادے سے اپنی آبادی سے باہر ہوا اس میں کسی طرح کی مدت سفر کی کوئی قید نہیں۔

بہار شریعت میں ہے: ''تین دن کی راہ (مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر) کو ولی نے اپنی کرامت سے بہت تھوڑے زمانے میں طے کیا تو ظاہر یہی ہے کہ مسافر کے احکام اس کے لیے ثابت ہوں گے۔ (ح۴ص۷۴۲)

سوال: کوئی محلّہ جو کبھی آبادی میں اور متصل شہر تھا مگر اب ویران وکھنڈر پڑا ہے اور اب بھی متصل شہر ہے تو کیا مسافر کو اس سے باہر ہونا ضروری ہے؟

جواب: مسافرت کے لیے اس سے باہر ہونا ضروری نہیں۔ بہار شریعت میں ہے: ''جو محلّہ ویران ہو گیا خواہ شہر سے پہلے متصل تھا یا اب بھی متصل ہے اس سے باہر ہونا (مسافرت کے لیے) شرط نہیں۔'' (ح۴ص۷۴۳)

سوال: سفر میں نماز قضا ہوگئی اب گھر میں چار پڑھے یا دو؟

جواب: بحالت سفر چار رکعتی نماز فرض جو قضا ہوئی گھر میں اسے دو پڑھنی واجب ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت حصہ چار کے حوالہ سے گذر چکا کہ قصر اور پوری پڑھنے میں آخر وقت کا اعتبار ہے جبکہ پڑھ نہ چکا ہو، فرض کرو کسی نے نماز نہ پڑھی اور نماز کا آخر وقت سفر میں ملا تو وہ نماز سفری ہے اور اگر نماز کا آخر وقت (اتنا وقت کہ اللہ اکبر کہہ سکے) گھر میں ملا تو وہ نماز حضری ہے۔ لہٰذا نمازوں کی قضا کرنے میں اس پر توجہ رکھنا ضروری ہے۔

سوال: ظہر پڑھ کر سفر کیا اور بحالت سفر عصر میں قصر کیا پھر کسی کام سے وقت عصر میں ہی گھر لوٹا یہاں پتہ چلا کہ ظہر و عصر دونوں نمازیں بے وضو پڑھی تھیں تو اب یہ نمازیں کیسے پڑھے؟

جواب: ظہر کی قضا دو اور عصر کی ادا چار پڑھنی واجب ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

"ظہر کی نماز وقت میں پڑھنے کے بعد سفر کیا اور عصر کی نماز (سفر میں) دو پڑھیں پھر کسی ضرورت سے مکان پر واپس آیا اور عصر کا وقت باقی ہے اب معلوم ہوا کہ دونوں نمازیں بے وضو ہوئیں تو ظہر کی دو پڑھے اور عصر کی چار اور اگر ظہر و عصر پڑھ کر آفتاب ڈوبنے سے پہلے سفر کیا اور معلوم ہوا کہ دونوں نمازیں بے وضو پڑھی تھیں تو ظہر کی چار پڑھے اور عصر کی دو۔" (ح۴ص ۷۵۰)

سوال: سفر کے پختہ ارادے سے آبادی سے باہر نکلا تو کیا درمیان سفر منزل پر پہنچنے سے پہلے نیت اقامت نہیں کر سکتا ہے؟

جواب: مسافت سفر کے پختہ ارادے سے آبادی سے باہر ہوا اب وہ شرعاً مسافر ہے، دورانِ سفر کہیں بھی اقامت کی نیت سے ٹھہرنا جائز ہے۔

بہار شریعت ح:۴، ص:۷۵۱ر میں ہے:

"وطن اقامت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تین دن (مسافت سفر ۹۲ر کلومیٹر) کے سفر کے بعد وہاں اقامت کی ہو بلکہ اگر مدت سفر طے کرنے سے پیش تر بھی اقامت کر لی وطن اقامت ہو گیا۔"

سوال: جنگل میں نیت اقامت کی تو مقیم ہوا یا نہیں؟

جواب: جنگل میں نیت اقامت کرنا درست نہیں کہ نیت اقامت میں قیام کی صلاحیت شرط ہے۔ جنگل غیر بادیہ نشینوں کے لیے قیام کی جگہ نہیں۔ لہٰذا مقیم نہ ہوگا نماز میں قصر واجب ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز

فرماتے ہیں:

''نرے جنگل میں نیت اقامت صحیح نہیں، مدت سفر چل لینے کے بعد ہے کہ تین منزل (مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر) قطع (طے) کر چکا ہو، اب کسی جنگل میں پندرہ دن یا زائد قیام کی نیت کرے تو مسافر ہی رہے گا۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ ج:۸،ص:۲۶۰)

سوال: مدت سفر پوری ہونے سے پہلے جنگل میں نیت اقامت کی تو مقیم ہوا یا نہیں؟

جواب: درمیان سفر مسافت سفر پوری کرنے سے پہلے اقامت کی نیت کرنا درست ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''مدت سفر پوری ہونے سے پہلے جنگل میں بھی نیت اقامت صحیح ہے، مثلاً تین منزل (مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر) کے ارادے پر چلا تھا، ایک یا دو منزل (مسافت سفر سے کم) چل کر نیت سفر قطع (ختم) کی اور وہاں اقامت کی نیت کر لی، مسافر نہ رہا۔ (فتاویٰ رضویہ۔ ج:۸،ص:۲۶۰)

سوال: ملازم اگر کسی جنگل میں ملازمت پر مقرر ہے تو وہ وہاں نمازیں پوری پڑھے گا یا قصر کرے گا؟

جواب: ملازم اگر مسافت سفر طے کیے بغیر وہاں پہنچتا ہے تو وہ مقیم ہی ہے، نماز پوری پڑھے گا کہ مطلقاً جنگل مانع اقامت نہیں۔ ہاں اگر وہاں مسافر ہو کر پہنچایا وہاں پہنچ کر مسافر ہوا ان صورتوں میں اگر وہ جگہ لائق قیام ہے تو پندرہ دن کی نیت سے مقیم ہوگا، نمازیں پوری پڑھے گا اور اگر جگہ قیام کے لائق نہیں، نرا جنگل ہے تو غیر خانہ بدوشوں کے لیے اقامت کی نیت درست نہیں قصر کرنا واجب ہے۔

امام اہلسنّت محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''جو مسافر نہ تھا اور اس جنگل تک جانے میں بھی اسے سفر کرنا نہ پڑا کہ فاصلہ تین منزل (مسافت سفر ۹۲ رکلومیٹر) سے کم تھا، وہ تو ظاہر ہے کہ مقیم تھا اور مقیم رہا اسے قصر حرام ہے اور پوری پڑھنی فرض ہے اگرچہ وہ جگہ نرا بن ہو اور جو مسافر تھا یا وہاں تک جانے سے مسافر ہوا کہ فاصلہ تین منزل (۹۲ رکلومیٹر) یا زائد کا تھا وہ ضرور مسافر ہے، اگر عادت معلوم ہے کہ جس کام کے لیے بھیجا گیا وہ پندرہ دن یا زائد میں ہوگا اور جگہ ایسی ہو جہاں اقامت ممکن ہے اگرچہ آبادی وہاں سے دو تین میل فاصلہ پر ہو اور زراعت نہ ہو وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائے گا اور پوری پڑھنی لازم ہوگی، خاص وہاں زراعت ہونا کچھ ضرور نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ۔ج:۸،ص:۲۶۹)

وضاحت مطلقاً جنگل نیت اقامت کی صحت کے لیے روکنے والا نہیں ہوتا۔ امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہٗ کی فقہی تصریحات کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ جنگل میں نیت اقامت اس وقت درست نہ ہوگی جب مدت سفر کو عبور کر چکنے کے بعد اقامت کی نیت کرلے، البتہ اگر سفر طے کرنے سے پہلے ہی جنگل میں اقامت کی نیت کرے تو یہ نیت بالکل درست ہوگی اور وہ شرعاً مقیم ہوگا، یوں ہی بادیہ نشینوں کے لیے بھی جنگل نیت اقامت کے لیے مانع نہیں کہ یہ جنگل ان کے حق میں ایسا ہی ہے جیسے ہمارے لیے بستی اور شہر۔لہٰذا جب بادیہ نشیں جنگل میں اقامت کی نیت کرلے تو وہ مقیم ہے اب اس وقت اس پر قصر حرام اور نمازوں کو پوری پڑھنا واجب ہوگا یوں ہی روزۂ رمضان کی قضا اور سفر کی دوسری آسانیاں بھی اسے حاصل نہ ہوں گی۔

سوال: مقیم نے کسی مسافر کی اقتدا کی اور امام کو سجدۂ سہو لازم ہو گیا تو اب مقیم کیا کرے؟

جواب: مقیم بغیر سلام پھیرے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور باقی دو رکعت امام کے سلام پھیرنے کے بعد چپ چاپ قیام میں بقدر سورۂ فاتحہ کھڑا رہ کر نماز پوری کرے۔ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی کے لیے سجدہ سہو کے بارے میں وہی حکم ہے جو مسبوق کا ہے یعنی امام کے ساتھ بغیر سلام پھیرے سجدہ سہو کرے اور امام کے ساتھ نہ کیا تو اقتدا باطل نہ ہوئی آخر میں بھی نہ کیا تو نماز کا اعادہ کرے۔'' (یعنی دوبارہ پڑھے)

(فتاویٰ فیض الرسول۔ ج:۱،ص:۳۹۶)

سوال: مقیم ظہر میں مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں شامل ہوا تو اب وہ اپنی نماز ظہر کیسے پوری کرے؟

جواب: فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''یہ لاحق مسبوق ہے امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب کھڑا ہو تو قیام میں کچھ نہ پڑھے بلکہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کی مقدار خاموش کھڑا رہے پھر رکوع و سجدہ سے فارغ ہو کر التحیات پڑھے (قعدہ کرے) کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہوئی پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسے ہی بلا قراءت پڑھے اور پھر التحیات کے لیے بیٹھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے پھر کھڑا ہو کر ثنا پڑھے اگر پہلے نہیں پڑھی اور تعوذ و تسمیہ (اعوذ باللہ، بسم اللہ) سورۂ فاتحہ اور سورت

پڑھے پھر رکوع وسجدہ اور تشہد (قعدہ) کے بعد نماز پوری کرے۔"

(فتاویٰ فیض الرسول۔ج:۱،ص:۳۹۶)

فائدہ لاحق، مسبوق اور لاحق مسبوق یہ فقہا کے خاص اصطلاحی الفاظ ہیں نوعیت مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ان کی تعریف سے متعارف ہونا قاری کے لیے نہایت ضروری ہے لہٰذا بطور فائدہ یہاں تعریف درج کی جاتی ہے۔

لاحق وہ ہے کہ امام کے ساتھ پہلی رکعت میں شریک ہوا پھر اس کی کل رکعتیں یا بعض فوت ہوگئیں خواہ عذر سے فوت ہوں، جیسے غفلت یا بھیڑ کی وجہ سے رکوع وسجود کرنے نہ پایا یا نماز میں اسے حدث (بے وضو) ہوگیا۔ خواہ بلا عذر فوت ہوں، جیسے امام سے پہلے رکوع وسجود کرلیا پھر اس کا عادہ (دوہرانا) بھی نہ کیا۔

مسبوق: وہ ہے کہ امام کے بعض رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا۔

لاحق مسبوق: وہ ہے جس کی کچھ رکعتیں شروع کی نہ ملیں، پھر شامل ہونے کے بعد لاحق ہوگیا۔　　(بہار شریعت ح:۳،ص:۵۸۶)

سوال: مسافر دوپہر سے پہلے گھر پہنچ گیا اور روزہ رکھ کر اس نے توڑ دیا تو کیا قضا وکفارہ دونوں واجب ہوئے؟

جواب: مسافر پر صرف قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مسافر بغیر کچھ کھائے، پیے زوال سے پہلے اپنے گھر پہنچا اور روزہ کی نیت کرلی پھر اسی حالت میں جان بوجھ کر ہم بستری کرلی تو اس پر روزہ توڑنے کا کفارہ نہیں" (صرف قضا واجب ہے)

(فقہی پہیلیاں۔ص:۱۸۳)

سوال: کیا سفر کا ارادہ کرلینا ہی روزہ چھوڑنے کے لیے کافی ہے؟

جواب: محض ارادۂ سفر سے روزہ چھوڑنا جائز نہ ہوگا۔ بہارشریعت میں ہے:

''دن میں سفر کیا تو اس کا روزہ افطار (روزہ نہ رکھنا) کرنے کے لیے آج کا سفر عذر نہیں، البتہ توڑے گا تو کفارہ لازم نہ ہوگا مگر گنہ گار ہوگا اور اگر سفر کرنے سے پہلے توڑ دیا پھر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم ہے۔''

(حصہ:۵،ص:۱۰۰۶)

سوال: اگر کسی نے رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنے کی قسم کھائی تو قسم میں حانث نہ ہو اور گنہگار بھی نہ ہو اس کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''پورے ماہ رمضان میں مسافر رہے اور روزہ نہ رکھے پھر بعد میں اس کی قضا کرے تو اس طرح قسم پوری ہو جائے گی اور وہ گنہ گار بھی نہیں ہوگا۔

(فقہی پہیلیاں۔ص:۲۲۴)

سوال: نماز سفر اور نماز واپسی سفر کیا ہے؟

جواب: سفر میں جاتے وقت دو رکعتیں اپنے گھر پڑھ کر جائے اس کو نماز سفر کہتے ہیں۔طبرانی کی حدیث میں ہے نبی رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کسی نے اپنے اہل کے پاس ان دو رکعتوں سے بہتر نہ چھوڑا جو بوقت ارادۂ سفر ان کے پاس پڑھیں۔''

نماز واپسی سفر: سفر سے واپس آکر دو رکعتیں مسجد میں ادا کرے اس کو نماز واپسی سفر کہتے ہیں۔حدیث پاک میں ہے صحیح مسلم میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ سفر سے دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے اور سب سے پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعتیں اس میں پڑھتے پھر وہیں مسجد میں

تشریف رکھتے۔" (بہار شریعت۔ ح:۴،ص:۶۷۶، ۶۷۷)

تنبیہ یاد رکھنا چاہئے یہ دونوں نمازیں نفل ہیں، لہٰذا ان نمازوں کو اوقات مکروہہ ممنوعہ مثلاً طلوع و غروب و نصف النہار (ٹھیک دو پہر کا وقت) ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں، نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا، یوں ہی سجدۂ تلاوت و سجدۂ سہو بھی ناجائز ہے، البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگر چہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ ان اوقات میں آیت سجدہ پڑھی تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں تاخیر کرے، یہاں تک کہ وقت کراہت جاتا رہے اور اگر مکروہ ہی میں کرلیا تو بھی جائز ہے۔ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس درمیان میں سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں، یوں ہی نماز عصر سے آفتاب زرد ہونے تک نفل منع ہے۔
(بہار شریعت۔ ح:۳،ص:۴۵۴ تا ۴۵۶)

سوال: ریلوے عملہ ڈرائیور، گارڈ وغیرہ اپنی ڈیوٹی پر رہتے ہوئے قصر کریں گے یا نہیں؟

جواب: قصر جائز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ سفر شرعی ہو۔ ہر وہ آدمی جو مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر کی راہ کے یک لخت ارادے سے آبادی سے باہر ہوا وہ شرعاً مسافر ہے ملازمت کی غرض سے سفر کرے خواہ سیر و تفریح کے لیے بہر صورت مسافر ہے قصر جائز ہوگا۔ ریلوے ملازم ٹی ٹی، گارڈ، اور ڈرائیور وغیرہ کو اپنے سفر کا جائزہ لینا چاہیے اگر وہ مسافت کے دائرۂ تحدید کے تحت آتے ہیں تو یقیناً وہ مسافر ہیں۔ آتے، جاتے اور پندرہ روز سے کم اقامت کی صورت میں ان پر قصر واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

سوال: عوام میں مشہور ہے کہ مسافر کا روزہ گھر میں روزہ رکھنے والوں سے افضل ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: فقہانے لکھا ہے: ''مسافر کا ماہ رمضان مین روزہ رکھنا ایسی سنت ہے جو مقیم کے فرض روزے سے افضل ہے۔'' (فقہی پہلیاں ص:۲۷۱)

(چونکہ مسافر کو شرعاً سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے، اس کے باوجود وہ عزیمت پر عمل کرتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنا رخصت پر عمل کرنے سے بہرحال افضل ہے۔)

سوال: کیا مسافر ماہ رمضان میں نفل یا قضا روزہ بھی رکھ سکتا ہے؟

جواب: ''مسافر اور مریض اگر رمضان شریف میں نفل یا کسی دوسرے واجب کی نیت کریں تو جس کی نیت کریں گے، وہی ہوگا رمضان کا نہیں، اور مطلق روزے کی نیت کریں تو رمضان کا ہوگا'' (بہار شریعت ح:۵،ص:۹۷۰)

سوال: مسافر کو نماز میں سہو ہوا اور وہ سجدۂ سہو کرنے سے پہلے اقامت کی نیت کرلی تو اب کیا حکم ہے؟ مقیم رہا یا نہیں؟

جواب: مسافر اگر سجدہ سہو کرنے سے پہلے اقامت کی نیت کرتا ہے تو وہ اس نماز کے حق میں مقیم نہ ہوگا۔ یعنی دو ہی پڑھنی واجب ہے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مسافر کو سہو ہوا اور دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد نیت اقامت کی اس نماز کے حق میں مقیم نہ ہوا اور سجدۂ سہو ساقط ہو گیا اور سجدہ کرنے کے بعد نیت (اقامت) کی تو صحیح ہے اور چار رکعت پڑھنا فرض اگرچہ ایک ہی سجدے کے بعد نیت کی'' (بہار شریعت ح:۴،ص:۷۵۰)

سوال: کیا مسافر کو مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے؟

جواب: مسافر کا مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے مگر کسی انجان اجنبی کا قیام خطرات سے

خالی نہیں ہے۔احتیاط کی ضرورت ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''ایسے مسافر کو مسجد میں ٹھہرنا بیشک جائز ہے،خود مسجد اقدس میں حضور پُرنور ﷺ کے عہد اقدس میں حکم انور سے اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قیام پذیر تھے۔ہاں نظر بحالات زمانہ بعض مساجد میں اجنبی غیر معروف کا قیام نامناسب و وجہ اندیشہ ہوتا ہے'' (فتاویٰ رضویہ ج:۸،ص:۱۰۱)

سوال: سفر میں قبلہ کی جان کاری نہیں ہو پا رہی ہے تو نماز کیسے پڑھی جائے؟

جواب: بحالت سفر جبکہ شہر سے باہر ہو تو تحری (غور و فکر) کر کے نماز پڑھنی واجب ہے۔حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی شخص کو کسی جگہ قبلہ کی شناخت نہ ہو،نہ کوئی ایسا مسلمان ہے جو بتا دے،نہ وہاں مسجدیں،محرابیں ہیں،نہ چاند،سورج،ستارے نکلے ہوں یا ہوں مگر اس کو اتنا علم نہیں کہ ان سے معلوم کر سکے،تو ایسے کے لیے حکم ہے کہ تحری کرے (سوچے جدھر قبلہ ہونے پر دل جمے ادھر ہی منہ کرے) اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔'' (بہار شریعت ح:۳،ص:۴۸۹)

سوال: سفر میں تحری کر کے نماز پڑھی پھر معلوم ہوا کہ قبلہ نہ تھا تو کیا نماز دہرانی واجب ہے؟

جواب: تحری کر کے نماز پڑھی پھر معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی،ہوگئی اعادہ (دہرانے) کی حاجت نہیں۔ (ایضاً ح:۳،ص:۴۸۹)

سوال: کیا جمعہ کو سفر کرنا منع ہے؟

جواب: مطلقاً جمعہ مبارکہ کو سفر کرنا منع نہیں۔امام اہلسنّت سیدی اعلیٰ حضرت

محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''صحیح یہ ہے کہ زوال کے بعد جمعہ ادا کرنے سے پہلے سفر پر نکلنا مکروہ ہے البتہ قبل از زوال نکلنا مکروہ نہیں'' (فتاوی رضویہ ج:۸،ص:۴۵۹)

فائدہ یہ حکم وہاں ہے جہاں جمعہ فرض ہے اور جس جگہ جمعہ فرض نہیں مثلاً دیہات کہ وہاں جمعہ مطلقاً فرض نہیں وہاں جمعہ کے دن مطلقاً سفر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

سوال: کیا مسافر نماز جمعہ کی امامت کرسکتا ہے جب کہ جمعہ مسافر پر فرض نہیں؟

جواب: مسافر کو نماز جمعہ کی امامت کرنی جائز ہے اگر چہ اس پر جمعہ فرض نہیں، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''جمعہ کی امامت ہر مرد کرسکتا ہے جو اور نمازوں میں امام ہوسکتا ہو اگر چہ اس پر جمعہ فرض نہ ہو جیسے مریض، مسافر اور غلام'' (بہار شریعت ح:۴،ص:۷۷۲)

سوال: سفر میں جب جہت قبلہ نا معلوم ہو اور بتانے والا بھی کوئی نہ ہو ایسی صورت میں تحری کا حکم ہے اب اگر بغیر تحری نماز پڑھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: نماز نہ ہوئی کہ ایسی صورت میں جب قبلہ نا معلوم ہو تو تحری یعنی قبلہ کی شناخت کے لیے غور وفکر کرنا ضروری ہے۔

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''ایسا شخص اگر بے تحری کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، نماز نہ ہوئی، اگر چہ واقع میں قبلہ ہی کی طرف کیا ہو، ہاں اگر قبلہ کی طرف منہ ہونا، بعد نماز یقین کے ساتھ معلوم ہوا، ہوگئی اور اگر بعد نماز اس کا جہت قبلہ ہونا گمان ہو، یقین نہ ہو یا اثنائے نماز میں اسی کا قبلہ ہونا معلوم ہوا، اگر چہ یقین کے ساتھ تو نماز نہ ہوگی''

(بہار شریعت ح:۳،ص:۴۸۹)

سوال: مسافر روزہ افطار کرنے اور نماز پڑھ چکنے کے بعد ہوائی جہاز سے اڑا راستہ میں سورج چمکنے لگا تو کیا روزہ کی قضا کرے اور نماز پھر سے پڑھنی ہوگی؟

جواب: مسافر افطار و نماز مغرب سے فارغ ہوکر ہوائی جہاز سے اڑا اور راستے میں سورج چمکنے لگا تو مسافر کے روزہ و نماز میں کوئی خلل نہ آیا، نہ روزے کی قضا اور نہ ہی نماز پھر سے پڑھنی واجب ہوگی کہ افطار اور نماز مغرب واجب ہونے کے سلسلے میں اس جگہ کا اعتبار ہے جہاں روزے دار ہے۔ وہاں روزے دار کو سورج کے تمام وکمال کے ساتھ ڈوبنے کا کامل یقین ہوگیا تو اب اسے افطار جائز اور نماز مغرب فرض جو ادا کی ہوگئی اب اگرچہ راستے میں سورج عود (لوٹ) کر آئے روزہ ٹوٹنے اور نماز کے اعادہ کا حکم نہ ہوگا۔　　(ماخوذ از فتاویٰ فقیہ ملت۔ ج:۱،ص:۳۴۰)

سوال: روزے دار نے سورج ڈوبنے سے پہلے ہوائی جہاز کا سفر شروع کیا اب وہ افطار اور نماز مغرب کب ادا کریگا؟ شہر کے نقشۂ اوقات پر عمل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: جہاز میں جب تک سورج کے بخوبی ڈوب جانے کا پورا یقین نہ ہو جائے روزے دار کو افطار کرنا جائز نہیں اور نہ ہی مغرب کی نماز پڑھنی جائز ہوگی۔ فتاویٰ فقیہ ملت جلد اول میں ہے:

''سورج کے تمام وکمال ڈوبنے کا یقین ہونے پر افطار کا حکم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج ڈوبنے تک روزے پورے کرنے کا حکم دیا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْل (پھر رات آنے تک روزے پورے کرو) اور دن کا اطلاق صبح صادق سے سورج

ڈوبنے تک ہوتا ہے اور سورج ڈوبنے کا اعتبار اسی جگہ کا ہوگا جہاں کہ روزے دار ہے تو جب ہوائی جہاز پر سفر کرنے والے کو سورج نظر آرہا ہے تو شہر کے برابر جہاز پہنچنے پر اس شہر کے وقت کے اعتبار سے افطار کرنا ہرگز جائز نہیں کہ اس کے حق میں ابھی سورج ڈوبا ہی نہیں، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ اوپر کے اعتبار سے سورج ڈوبنے کا اسے یقین ہو جائے تب افطار کرے۔" (کتاب الصوم۔ص:۳۴۰)

معلوم ہوا کہ نماز مغرب اور روزہ افطار کیلئے سورج کا یقینی طور پر ڈوب جانا ضروری ہے محض کسی شہر کے نقشۂ اوقات کا اعتبار نہیں، لہٰذا حضر والوں (مقیم شہریوں) کو بھی چاہیے کہ پورا اعتماد اوقات پر ہی نہ کریں بلکہ آسمانی علامات پر بھی نظر رکھیں خصوصاً جب آسمان ابر آلود ہو تو افطار میں قدرے تاخیر سے کام لینا چاہیے۔

بحری، فضائی جہاز اور نماز

سوال: بحری اور ہوائی سفر میں قصر کب سے کرنی چاہئے؟

جواب: فقہ حنفی کے حوالے سے گزر چکا کہ کہ چار رکعتی نمازوں میں قصر کرنا اس وقت جائز ہوگا جب شرعی طور پر سفر کا یقین ہو اور شرعی سفر کے لیے مسافت سفر کا متیقن ہونا ضروری ہے یعنی جب تک سفر ۹۳ رکلومیٹر کی راہ پر یک لخت ارادے سے نہ ہو وہ سفر شرعی نہ کہلائے گا اور نہ ہی اس کا چلنے والا شرعی مسافر ہوگا۔ سفر زمینی ہو خواہ بحری یا فضائی بہر صورت ۹۳ رکلومیٹر کی مسافت سفر کے مستقل ارادے سے اپنی آبادی سے باہر ہوا وہ شرعی مسافر ہے۔ جب تک کہ وہ پندرہ دنوں کی نیت اقامت سے کسی لائق

اقامت جگہ میں مقیم نہ ہو یا پھر اپنے وطن کو واپس نہ آ جائے۔ بحری، ہوائی سفر کے لیے کوئی جدید مسافت سفر کی حد نہیں جس کا علاحدہ سے ذکر کیا جائے۔ نمازوں میں قصر کے تعلق سے جو قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

'' اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ ...... (اور جب تم زمین میں سفر کرو، تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو)'' اس آیت کا مقصود صرف زمینی سفر نہیں اس سلسلے میں مفسرین اور فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت کا مقصود صرف زمین میں چلنا اور سفر کرنا نہیں بلکہ اس سے مقصود مطلق چلنا اور سفر کرنا ہے۔ اب چلنا اور سفر کرنا مسافت سفر کے دائرہ تحدید کے مطابق ہوگا تو یقیناً وہ شرعی سفر ہوگا اور اس میں قصر جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔ جیسا کہ اول الذکر گزار۔

سوال: بحری جہاز میں ملازم ہے وہ پندرہ سے زیادہ دنوں تک کے لیے بحری جہاز میں ملازمت پر گیا اب وہ نمازوں میں قصر کرے یا پوری پڑھے؟

جواب: بحری جہاز کا ملازم اپنے گھر سے ۹۲ رکلومیٹر کی راہ پر یک لخت ارادۂ سفر پر اپنی آبادی سے باہر ہوا اب وہ مسافر ہے اس پر قصر واجب ہے۔ بحری جہاز میں بغرض ملازمت اگر چہ پندرہ دنوں سے زیادہ کی اقامت یقینی طور پر معلوم ہے باوجود اس کے وہ مسافر ہے نمازوں میں قصر واجب ہے وہ اپنی نیت اقامت سے مقیم نہ ہوگا کہ صحت اقامت کے لیے شرط ہے کہ وہ جگہ لائق اقامت ہو۔ یعنی دریا، ٹاپو وغیرہ نہ ہو۔

جیسا کہ بہار شریعت حصہ ۴ کے حوالہ سے گزرا۔

سوال: بحری جہاز میں نماز کیسے پڑھیں جبکہ اس میں قبلہ کا پتہ نہیں چل پاتا؟

جواب: بحری جہاز میں بھی نماز اس کے وقتوں پر پڑھنا فرض ہے۔ جس قدر ہو سکے استقبال قبلہ کرے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"چلتی کشتی میں نماز پڑھے تو بوقت تحریمہ قبلہ کو منہ کرے اور جیسے جیسے وہ گھومتی جائے یہ بھی قبلہ کو منہ پھیرتا رہے اگرچہ نفل نماز ہو۔"

(بہار شریعت۔ ح:۴، ص:۴۸۸)

سوال: کیا ساحل پر کھڑی کشتی پر نماز پڑھنی جائز ہے؟

جواب: ساحل پر کھڑی کشتی میں نماز پڑھنی جائز نہیں۔ بہار شریعت حصہ ۴، صفحہ ۶۷۳ میں ہے:

"کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو کنارے پر ہو یا خشکی پر آسکتی ہو تو اس پر بھی نماز جائز نہیں۔"

سوال: ناؤ پر نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟

جواب: ناؤ چل رہی ہو خواہ کنارے پر رکی اور لنگر کیئے ہوئے ہو بہر صورت نفل و سنت نماز ناؤ پر پڑھنی جائز و درست ہے مگر فرض و واجب اور سنت فجر وغیرہ ناؤ پر کسی صورت میں جائز نہیں۔ اگر وقت نکلتا دیکھے تو پڑھ لے مگر اس کا پھیرنا واجب ہے۔

امام اہلسنّت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں نہ ہو سکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجہ اولی نہ ہوں گے جیسے سیر دریا کے

بجرے (ایک قسم کی گول اور خوبصورت کشتی) کنارے کنارے جاتے ہیں اور انہیں روک کر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اتر کر نماز نہ پڑھ سکنا اپنی ذاتی معذوری سے ہے تو ہر نماز ہو جائے گی اور اگر کسی کی ممانعت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھیرے۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ ج:۵،ص:۱۱۳)

سوال: اسٹیمر پر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: سنت و نفل نمازوں کے علاوہ فرض و واجب نمازیں اسٹیمر پر پڑھنا جائز نہیں جبکہ دریا کے کنارے پر ہو اور اس سے اتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہو البتہ جب اسٹیمر بیچ دریا میں ہو اور کنارہ نہیں پا سکتا ہو تو وہ کشتی کی طرح ہے کہ اگر اسٹیمر ٹھہرائے گا اور اس سے اترے گا تو پانی ہی ملے گا ایسی صورت میں ہر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کا اعادہ بھی نہیں جیسا کہ بحری جہاز کے حوالہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے۔

سوال: ہوائی جہاز پر نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟

جواب: بحری جہاز اور کشتی کی طرح ہوائی جہاز میں بھی نماز پڑھنی جائز و درست ہے۔

فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''ہوائی جہاز اگر اڈے پر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور اگر فضا میں پرواز کر رہا ہے تو اس میں بھی نماز درست ہے۔ اس لئے کہ اگر ہوائی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں، ہوا میں آئے گا جہاں نماز پڑھنی ممکن نہیں جیسے کشتی اور پانی کے جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو، اگرچہ چل رہا ہے تو اس میں نماز درست ہے اس لئے کہ اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ملے گی بلکہ پانی جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں ویسے ہی ہوائی جہاز ہے۔'' (نزہۃ القاری ج:۲،ص:۴۷۵)

فائدہ جاننا چاہیے کہ نماز میں استقبال قبلہ یعنی نماز میں کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا شرط ہے۔ انحراف قبلہ کی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ بحری و ہوائی جہاز میں استقبال قبلہ کے تعلق سے شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''کشتی، ہوائی جہاز، ریل، بس، کسی بھی چلتی ہوئی سواری میں نماز پڑھے تو بھی استقبال قبلہ شرط ہے، افتتاح (شروع نماز) کے وقت بھی اور درمیان میں بھی۔ جیسے قبلہ بدلتا جائے یہ اپنی نماز میں گھومتا جائے جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔''

اور آگے فرماتے ہیں:

''نماز خواہ فرض ہو خواہ نفل اور اگر کوئی عذر ہو تو جدھر قدرت ہو ادھر منہ کر کے نماز پڑھے اسی طرح قیام، رکوع، سجدہ بھی فرض ہے، بشرطیکہ عاجز نہ ہو ورنہ جیسے قدرت ہو پڑھے'' (نزہۃ القاری۔ج:۲،ص:۳۷۵)

یادرکھنا چاہیئے! کہ بحری وفضائی جہازوں کے ذریعہ سفر میں بھی نماز میں قصر کرنا اس وقت جائز ہوگا جبکہ سفر شرعی ہو یعنی سفر کے لیے مدت و مسافت کی جو حد مقرر ہے وہ یقینی طور پر پوری ہو مسافت سفر سے کم کی صورت میں نمازیں پوری پڑھنا لازم ہے۔

سوال: سواری پر نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: جب سواری جانور کی کر رہا ہو اور شہر سے باہر ہو گیا تو ایسی صورت میں سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے۔

حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''بیرون شہر (وہ جگہ جہاں سے قصر واجب ہوتا ہے) سواری پر بھی نفل پڑھ سکتا ہے اور ایسی صورت میں استقبال قبلہ شرط نہیں بلکہ سواری جس رُخ کو جا رہی ہو ادھر ہی منہ ہو اور اگر ادھر منہ نہ ہوا تو نماز جائز نہیں اور نماز شروع کرتے وقت بھی قبلہ کی طرف منہ ہونا شرط نہیں بلکہ سواری جدھر جا رہی ہو اس طرف ہو اور رکوع و سجود

اشارے سے کرے اور سجدہ کا اشارہ بہ نسبت رکوع پست ہو" (بہار شریعت ح:۴،ص:۶۷۱)

سوال: کیا غیر مسافر کو سواری کے جانور پر نفل پڑھنی جائز ہے؟

جواب: صحیح یہ ہے کہ غیر مسافر کو بھی سواری کے جانور پر نفل نماز پڑھنی جائز ہے، جب کہ شہر سے باہر ہو گیا ہو جانور پر نفل پڑھنے کے لیے مسافر ہونا لازمی نہیں، بلکہ مسافر اور غیر مسافر دونوں برابر ہیں۔ حتی کہ مقیم اگر شہر سے باہر اپنی زمین و باغات دیکھنے کی غرض سے جانور کی سواری کر کے گیا تو اسے بھی نفل نماز سواری کے جانور پر پڑھنی جائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج:ا،ص:۱۵۷)

سوال: بحالت سفر کیا بیل گاڑی پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بیل گاڑی وغیرہ کا چلن تقریباً ختم ہو گیا ہے پھر بھی اگر کوئی بیل گاڑی کے ذریعہ مسافت سفر ۹۳ رکلومیٹر کی دوری کا سفر کرتا ہے اور نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے تو فرض و واجب اور سنت فجر وغیرہ جیسی نمازوں کے علاوہ نوافل کی اجازت شریعت مطہرہ میں ملتی ہے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"گاڑی کا جُوا (وہ لکڑی جو گاڑی کھینچنے والے بیلوں کے کندھوں پر رکھی جاتی ہے) جانور پر رکھا ہو، گاڑی کھڑی ہو یا چلتی اس کا حکم وہی ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا ہے یعنی فرض و واجب اور سنت فجر بلا عذر شرعی جائز نہیں اور اگر جُوا جانور پر نہ ہو اور رکی ہو تو نماز جائز ہے، یہ حکم اس گاڑی کا ہے جس میں دو پہیئے ہوں۔ چار پہیئے والی (گاڑی) جب رکی ہو تو صرف جُوا جانور پر ہوگا اور گاڑی زمین پر مستقر (ٹھہری) ہوگی، لہٰذا جب ٹھہری ہوئی ہو اس پر نماز جائز ہوگی، جیسے تخت پر۔"
(بہار شریعت۔ح:۴،ص:۶۷۲)

فائدہ مسئلہ مذکورہ کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ بیل گاڑی کھڑی ہو خواہ چل رہی ہو بہرصورت نفل نماز پڑھنی جائز ہے اس کے لیے استقبال قبلہ بھی لازم نہیں، جس طرح جانور پر نفل نماز کے لیے قبلہ کی شرط غیر ضروری ہے جدھر جانور کا رخ ہو ادھر ہی نمازی کا رخ ہونا لازمی ہے۔ بیل گاڑی رکی ہو خواہ چل رہی ہو اگر گاڑی کا جُوا بیلوں کے کندھوں پر رکھا ہے اور گاڑی اس کے سہارا ہے تو فرض و واجب وتر و نذر اور ملحق بہ مثلاً سنت فجر نمازیں ہرگز صحیح نہ ہوں گی کہ ان نمازوں کی صحت کے لیے دیگر شرطوں کی طرح استقرار فی الارض (زمین میں ٹھہری رہنا) بھی لازمی ہے جب بیل گاڑی جوا کے سہارے کھڑی ہے کہ اگر جوا ہٹالیا جائے تو گاڑی لڑھک جائے گی تو ظاہر ہوا کہ گاڑی فی نفسہ (اپنے دم پر) مستقر نہ ہوئی۔ لہٰذا ایسی صورت میں فرض و واجب وغیرہ نمازیں صحیح نہ ہوں گی البتہ جب گاڑی بغیر جوا کھڑی ہو یا چار پہیئے والی گاڑی جب رکی ہو اگرچہ اس کا جوا گاڑی پر رکھا ہو، بہرصورت نفل کے ساتھ تمام نمازیں بھی صحیح ہوں گی کہ اب مثل تخت ہے کہ گاڑی خود بخود بغیر جوا کے سہارے کھڑی ہے۔

سوال: کیا مسافر کو بحالت عذر بھی جانور اور چلتی گاڑی پر فرض و واجب نمازیں جائز نہیں؟

جواب: اس بابت حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں: ”جانور اور چلتی گاڑی پر اور اس گاڑی پر جس کا جوا جانور پر ہو بلا عذر شرعی فرض و سنت فجر و تمام واجبات جیسے وتر و نذر اور نفل جس کو توڑ دیا ہو اور سجدۂ تلاوت جبکہ آیت سجدہ زمین پر تلاوت کی ہو ادا نہیں کرسکتا اور اگر عذر کی وجہ سے ہو تو ان سب میں شرط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو قبلہ رو کھڑا کرکے ادا کرے ورنہ جیسے بھی ممکن ہو۔“ (بہارشریعت۔ ح:۴،ص:۶۷۳)

انکشاف

قارئین حضرات! فقہ حنفی کی جزئیات کی روشنی میں یہ بات بخوبی روشن ہوگئی کہ جانور، بیل گاڑی اور دیگر چلتی گاڑیوں میں نفل نماز کی ادائیگی کا مسئلہ اہم نہیں، بلکہ ان میں فرائض و واجبات اور سنت فجر وغیرہ نمازوں کی بصحت ادائیگی کا مسئلہ نہایت اہم ترین ہے۔ فرض و واجب و وتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنت فجر وغیرہ کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے ان کی شرائط و ارکان کی پابندی ضروری ہے نفل کے علاوہ اور نمازوں میں اتحاد مکان اور استقرار فی الارض یعنی جہاں نماز شروع کی ہو وہیں پوری کرے اور سواری وغیرہ بغیر کسی واسطہ وسہارا زمین پر خود ٹکی ہو اور قبلہ رو ہونا شرط ہے جبکہ ممکن ہو ہاں! عذر کی وجہ سے یہ ضرور ساقط ہوسکتی ہے۔ اتنی بات تو سابقہ مسائل کی روشنی میں بخوبی منکشف ہوچکی ہے کہ فرض و واجب نمازیں عذر شرعی کے متحقق ہونے کی صورت میں بہر حال جائز ودرست ہیں، مگر کیا ثانیاً ان نمازوں کا اعادہ (دوہرانا) واجب ہوگا، جب عذر دفع ہو جائے؟ یا فرض و واجب نمازیں مطلقاً بغیر حکم واجب الاعادہ صحیح ہیں؟ بہر صورت یہاں یہ بات ذہن نشیں کرنے کی ضرورت ہے کہ جو عذر پیش آیا وہ آسمانی ہے یا بندوں کے فعل سے ہے؟

اس سلسلے میں فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''نماز کی شرائط وارکان سے مانع (روکنے والا) اگر سماوی (آسمانی) سبب ہو تو جس حال میں نماز پڑھے اعادہ نہیں جیسے وہ بیمار جسے پانی نقصان کرتا ہو وہ تیمّم کر کے نماز پڑھے گا نماز ہو جائے گی صحت کے بعد اعادہ نہیں۔ اور اگر یہ مانع بندوں کی طرف سے ہو تو بدرجہ مجبوری جتنی قدرت ہے اس کے مطابق نماز پڑھے اور

عذر دور ہونے کے بعد اس کا اعادہ واجب ہے، مثلاً کسی کو قید کردیا گیا اس کے پاس پانی نہیں، تیمّم کر کے نماز پڑھے اور جب پانی ملے اعادہ کرے'' (نزہۃ القاری ج:۲، ص:۴۲۳)

فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصریحات کی روشنی میں عذر سماوی اور عذر من جہت العباد کا باہمی فرق بخوبی روشن ہوجاتا ہے بیمار بیماری کی وجہ سے پانی پر قادر نہ ہوا چونکہ مرض کا عذر سماوی من جہت اللہ ہے۔ لہٰذا مریض نے تیمّم سے نماز پڑھی تو اس نماز کے اعادہ کا حکم نہ ہوگا بخلاف قیدی کے کہ قید کرنے اور اسے پانی سے روکنے کا کام بندہ کی طرف سے واقع ہوا، لہٰذا قیدی کو پانی پر عدم قدرت کا عذر بندہ کی طرف سے واقع ہوا اور قیدی نے تیمّم کر کے نماز پڑھی اب اعادہ واجب ہے، لہٰذا جہاں کہیں اس طرح کے مسائل درپیش ہوں ہمیں ان کے عذروں میں غور وخوض کرنا چاہئے کہ کیا واقعی جو عذر پیش آیا وہ اللہ عزوجل کی طرف سے سماوی عذر ہے یا پھر بندے کی جانب سے یہ عذر پیش آیا ہے؟ عذر سماوی کی وجہ سے جو نماز قدرت بھر جس طور پر ادا کی گئی قطعاً وہ صحیح غیر واجب الاعادہ ہے مگر وہ نماز جو بندوں کی وجہ سے شرائط وارکان کے ساتھ نہ پڑھی گئی اس نماز کا دوہرانا بہرحال واجب ہے۔

یہاں یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ آخر وہ کون کون سے عذر ہیں جن کے پائے جانے کی صورت میں جانور اور گاڑیوں وغیرہ پر فرض و واجب نمازیں پڑھنی درست ہیں۔ ملاحظہ کریں:

اعذار شرعی

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

گاڑی اور سواری پر نماز پڑھنے کیلئے یہ عذر ہیں:

(۱) مینھ برس رہا ہے۔

(۲) اس قدر کیچڑ ہے کہ اتر کر پڑھے گا تو منہ دھنس جائے گا یا کیچڑ میں سن جائے گا یا جو کپڑا بچھایا جائے گا وہ بالکل لتھڑ جائے گا اور اس صورت میں سواری نہ ہو تو کھڑے کھڑے پڑھے۔

(۳) ساتھی چلے جائیں گے۔

(۴) سواری کا جانور شریر ہے کہ سوار ہونے میں دشواری ہوگی مددگار کی ضرورت ہوگی اور مددگار موجود نہیں۔

(۵) یا وہ بوڑھا ہے کہ بغیر مددگار کے اتر چڑھ نہ سکے گا اور مددگار موجود نہیں اور یہی حکم عورت کا ہے۔

(۶) یا مرض میں زیادتی ہوگی۔

(۷) جان

(۸) مال

(۹) یا عورت کو آبرو کا اندیشہ ہو۔　　　　　(بہار شریعت۔ ح:۴،ص:۶۳۷)

اسلامی دوستو!

اللہ عزوجل ایسے حادثات سے امان بخشے۔ پھر بھی اس طرح کا عذر درپیش ہو تو شریعت مطہرہ میں اجازت ہے کہ جس طرح بن پڑے فرض وواجب نماز بھی ادا کرنی جائز ودرست ہے۔ عذر شرعی کے متحقق ہونے کے بعد اگر شرائط وارکان کا التزام کیے بغیر بھی فرض وواجب وغیرہ نمازیں پڑھیں وہ صحیح ہیں۔ البتہ اگر کوئی عذر بندہ کی طرف سے پیش آیا اور اس کی وجہ سے شرط ورکن پر عمل کی قدرت نہ ہو سکی تو بدرجہ مجبوری جتنی قدرت ہو اس کے مطابق نماز پڑھے اور بعد میں جب عذر دفع ہو جائے تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے ہاں! اگر عذر سماوی منجانب اللہ ہے تو نماز دوبارہ پڑھنی واجب نہیں۔

سوال: ہوائی جہاز یا چلتی کشتی میں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

جواب: فقہ کے حوالوں سے گزر چکا کہ فضا میں پرواز ہوائی جہاز اور دریا میں چلتی ہوئی کشتی یا بحری جہاز جبکہ بیچ دریا میں ہوں اور ان سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنا متعذر و ناممکن ہو تو ہوائی یا بحری جہاز میں جس طرح قدرت ملے نماز پڑھے۔ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا دشوار کن یا نقصان کا سبب ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا صحیح ہے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''چلتی ہوئی کشتی یا جہاز میں بلا عذر بیٹھ کر نماز صحیح نہیں بشرطیکہ اتر کر خشکی میں پڑھ سکے اور زمین پر بیٹھ گئی ہو تو اترنے کی حاجت نہیں اور کنارے پر بندھی ہو اور اتر سکتا ہو تو اتر کر خشکی میں پڑھے ورنہ کشتی ہی میں کھڑے ہو کر اور بیچ دریا میں لنگر ڈالے ہوئے ہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں، اگر ہوا کے تیز جھونکے لگتے ہوں کہ کھڑے ہونے میں چکر کا غالب گمان ہو اور اگر ہوا سے زیادہ حرکت نہ ہو تو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے اور کشتی پر نماز پڑھنے میں قبلہ رو ہونا لازم ہے اور جب کشتی گھوم جائے تو نمازی بھی گھوم کر قبلہ کو منہ کر لے اور اگر اتنی تیز گردش ہو کہ قبلہ کو منہ کرنے سے عاجز ہے تو اس وقت ملتوی رکھے ہاں اگر وقت جاتا دیکھے تو پڑھ لے۔'' (بہار شریعت ح:۴،ص:۷۲۳)

گویا جس قدر ممکن ہو نماز کی شرطوں پر حتی المقدور عمل کرنا لازم ہے۔ فضائی جہاز یا بحری کشتی میں جب کھڑے ہو کر نماز پڑھنا دشوار ہو یا خاص نقصان کا سبب ہو تو بہر حال بیٹھ کر یا جس طرح بن پڑے عذر شرعی کی صورت میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ جو نماز عذر شرعی سماوی کی صورت میں بصحت ادا کی گئی عذر دفع ہونے کے بعد ان نمازوں کا اعادہ واجب نہیں۔ جیسا کہ گزرا۔

چلتی ٹرین اور نماز

سوال: دورانِ سفر چلتی ریل میں نفل نماز پڑھنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: چلتی ریل میں نفل نماز پڑھنا جائز و درست ہے کہ ریل بھی ایک تیز رفتار سواری ہے اور سواری پر نفل نماز مطلقاً جائز ہے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''محمل (کجاوا) اور سواری پر نفل نماز مطلقاً جائز ہے جبکہ تنہا پڑھے اور نفل جماعت سے پڑھنا چاہے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ امام و مقتدی الگ الگ سواری پر نہ ہوں۔'' (بہار شریعت ج:۴،ص:۶۷۲)

سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''ٹھہری ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی (ریل) میں سنت صبح کے سوا سب سنت و نفل جائز ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ ج:۵،ص:۱۱۳)

سوال: چلتی ٹرین میں قبلہ کا پتہ نہیں چلتا تو نماز میں استقبال قبلہ کیسے کریں؟

جواب: جاننا چاہئے کہ فرض و واجب اور سنت فجر وغیرہ نمازوں کی بصحت ادائیگی کے لئے استقبال قبلہ اور اتحاد مکان یعنی نماز میں قبلہ رو اور جگہ کا ایک ہونا شرط ہے جبکہ ممکن ہو۔ سنت و نفل نمازوں میں قبلہ رُخ اور جگہ کا ایک ہونا صحت نماز کے لئے شرط نہیں، لہٰذا نفل نماز جائز ہوئی۔

امام ہمام فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''دیکھئے کہ باری تعالیٰ نے سواری پر اشارہ سے اور غیر قبلہ کی جانب نفل پڑھنے کو جائز فرمایا جبکہ اس میں نماز کی شرطیں بھی فوت ہوتی ہیں اور ارکان بھی۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ ج:۳،ص:۴۳۸)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''حاصل یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو نوافل کے علاوہ نماز میں اتحاد مکان اور استقبال قبلہ (جگہ کا ایک اور قبلہ رو ہونا) دونوں شرط ہیں تو شرط عذر کے بغیر ساقط نہ ہوگی۔'' (فتاویٰ رضویہ۔ج:۶،ص:۱۳۸)

معلوم ہوا کہ چلتی ہوئی سواری پر نفل پڑھنا جائز و درست ہے اگر چہ نماز کی اہم شرط استقبال قبلہ اور اتحاد مکان مفقود ہو۔ سواری پر نماز پڑھنے کی صورت میں اتنا ضروری ہے کہ سواری جس رُخ کو جا رہی ہو ادھر ہی منہ ہو اور اگر ادھر منہ نہ ہو تو نماز جائز نہیں اور شروع کرتے وقت بھی قبلہ کی طرف منہ ہونا شرط نہیں بلکہ سواری جدھر جا رہی ہے اس طرف ہو اور رکوع و سجود (سجدے) اشارہ سے کرے اور سجدہ کا اشارہ بہ نسبت رکوع کے پست جیسا کہ بہار شریعت حصہ چار کے حوالہ سے گزرا۔

سوال: درمیان سفر چلتی ہوئی ٹرین میں فرض و واجب نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اگر پڑھ لیا اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: چلتی ہوئی ٹرین میں سنت و نفل نمازوں کے علاوہ فرض و واجب اور سنت فجر وغیرہ کی ادائیگی مشروط جائز ہے یعنی جبکہ ڈر ہو کہ نماز کا وقت نکل جائے گا اور نماز قضا ہو جائے گی تو جس طور پر بن پڑے نماز پڑھ لے اور موقع ملتے ہی چلتی ٹرین میں پڑھی گئی فرض و واجب اور سنت فجر وغیرہ نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب و سنت فجر نہیں ہو سکتی اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں اور کشتی پر بھی اس وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو، کنارہ پر ہو اور خشکی پر آ سکتی ہو تو اس پر بھی جائز نہیں ہے۔ لہٰذا جب اسٹیشن

پر گاڑی ٹھہرے اس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں من جہت العباد (بندوں کی طرف سے) کوئی شرط یا رکن مفقود ہو اس کا یہی حکم ہے۔''

(بہار شریعت۔ ح:۴،ص:۶۷۳)

امام اہلسنّت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قادری حنفی محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور ملحق بہ واجب یعنی سنت فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر بعد استقرار (ٹھہراؤ) اعادہ کرے، تحقیق یہ کہ استقرار بالکلیہ (پورے طور پر ٹھہراؤ) ولو بالوسائط (اگرچہ واسطوں سے) زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہوان نمازوں میں شرط صحت ہے مگر بہ تعذر (عذر سے)'' (فتاویٰ رضویہ ج:۶ص:۱۳۶)

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔ ''(ریل) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہت العباد ہوا (بندے کی طرف سے رکاوٹ) اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع (رکاوٹ ختم ہونے کے بعد) اعادہ کرے۔'' (ایضاً:۱۳۶)

قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری حضورتاج الشریعہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کی ادائیگی صحیح ہونے کے لیے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحاد مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادائیگی) شرط ہے، مگر جب کوئی مانع درپیش ہو تو حکم بدل جاتا ہے۔ اگر یہ مانع یا عذر، سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان (ختم) ہونے کے باوجود فرض و واجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس

نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ لیکن اگر مانع ایسا ہے جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح طریقے پر ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر اس کا اعادہ کرے۔ چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے۔ ہاں! اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو تخت کی طرح زمین پر مستقر (ٹھہری ہوئی) ہے اور اس پر نماز صحیح ہے۔'' (چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم، ص:۳۹)

فقہائے کرام نے فرض و واجب اور ملحق بہ یعنی سنت فجر وغیرہ نمازوں کی ادائیگی صحت کے لیے اتحاد مکان اور استقرار علی الارض یعنی جگہ کا ایک ہونا اور زمین پر مستقل ٹھہراؤ کا ہونا اہم شرط قرار دیا ہے، چلتی ٹرین کی صورت میں اتحاد مکان اور استقرار علی الارض کی شرط بہر حال مفقود ہوتی ہے اور ان شرطوں کا فقدان کسی عذر سماوی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ بندوں کی جانب سے واقع ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں نماز پڑھ لے جب کہ قضا کا گمان ہو مگر موقع ملتے ہی اس نماز کا اعادہ کرے۔ نماز جیسی اہم ترین عبادت کی ادائیگی میں حتی الوسع احتیاط ضروری ہے چلتی ٹرین میں فرض و واجب اور سنت فجر نماز صحیح سمجھ کر پڑھ لی گئی مگر حقیقت اس کے خلاف ہوئی تو ذرا سوچو! کہ کس قدر غلط ہوا اور روز محشر رب کے حضور کیا جواب ہوگا۔ لہٰذا احتیاط یہی ہے کہ وقت نکلتا دیکھے تو جس طور پر بن پڑے فرض وواجب پڑھ لے تا کہ قضا کے گناہ سے بچ سکے پھر موقع ملتے ہی چلتی ٹرین میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ کر لے۔

سوال: پلیٹ فارم پر نماز پڑھ رہا تھا کہ ٹرین نے ہارن دے دیا تو نماز توڑنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سواری کے چلے جانے یا کم از کم ایک درہم (3.058/3.061 گرام تقریباً وزن کے چاندی کا سکہ) مال کے نقصان کا غالب گمان ہو تو نماز توڑ دینا جائز ہے۔

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"اپنے یا پرائے ایک درہم کے نقصان کا خوف ہو، دودھ اُبل جائے گا یا گوشت ترکاری، روٹی وغیرہ جل جانے کا خوف ہو یا ایک درہم کی کوئی چیز چور چرا کے لے بھاگا، ان صورتوں میں نماز توڑ دینے کی اجازت ہے۔　　　　(بہار شریعت ح:۳،ص:٦٣٧)

سوال: جس جگہ زمین وجائداد خرید رکھی ہے وہاں پہنچ کر نماز میں قصر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس جگہ کی زمین وجائداد خریداوہ اگر شرعی مسافت ۹۳ رکلومیٹر کی دوری پر ہے اور یک لخت ارادۂ سفر سے وہاں پہنچا تو قصر واجب ہے کہ وطنیت کے لئے زمین وجائداد بے معنی ہیں ہاں اگر وہاں پہنچ کر پندرہ دنوں کی اقامت کا ارادہ کرلیا جب کہ وہ جگہ اقامت کے لائق ہو تو اب وہ ضرور مقیم ہے، یوں ہی وہ جگہ وطن اصلی ہے تو قصر منع اور نماز پوری پڑھنا واجب ہے۔

واعظین وحکام کا دورۂ سفر

سوال: حکام شہر یا ریاست وغیرہ کا حال جاننے کے لیے دورہ پر نکلیں تو قصر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حکام عامی حال جاننے اور ریاست کی خبر گیری کے لیے جو دورے کرتے ہیں عموماً ان کا دورہ یک لخت مسافت سفر کے ارادے سے نہیں ہوتا بلکہ مقصود بالذات شہر کی جان کاری لینا اور سیر کرنا ہوتا ہے خواہ شہر مسافت شرعی پر واقع ہو یا اس سے کم پر اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ جبکہ شرعی سفر کے وقوع وثبوت کے لئے اس کا مستقل ومتصل بہ ارادۂ سفر ہونا ایک خاص مسافت ۹۳ رکلومیٹر کے ساتھ مشروط ہے۔ لہٰذا حکام ایسی صورت میں نہ مسافر ہوئے اور نہ ان کے حق میں قصر جائز بلکہ نمازوں میں اتمام واجب ہے۔

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''بادشاہ نے رعایا کی تفتیش حال کے لیے ملک کا سفر کیا تو قصر نہ کرے جبکہ پہلا ارادہ متصل تین منزل (شرعی مسافت ۹۳ ؍کلومیٹر) کا نہ ہوا اور اگر کسی اور غرض کے لیے ہو اور مسافت سفر ہو تو قصر کرے۔'' (بہار شریعت۔ح:۴،ص:۷۴۴)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''(عموماً) یہ دورے سفر نہیں ہوتے اگرچہ کتنے ہی دور تک ہوں اب تک کہ نمازیں پوری پڑھیں، بہت بجا کیا۔''

مزید آگے بطور تنبیہ فرماتے ہیں:

''یہاں سے سیاحین و واعظین کا حکم بھی واضح ہو گیا جنہیں کوئی مقام محل اقامت سے مدت سفر پر خاص مقصود بالذات نہیں بلکہ شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ چند چند کوس کے فاصلوں پر گشت کرنا سیر دیکھنا یا ہر جگہ وعظ کے ذریعہ سے کمانا مقصود ہے تو جب تک کسی محل اقامت سے مسیرت (مسافت) سفر کا قصد اولیٰ (پہلا ارادہ) نہ ہو مسافر نہ ہوں گے، اگرچہ سارے ملک میں پھر آئیں یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل۔'' (فتاویٰ رضویہ۔ج:۸،ص:۲۵۰)

اقتباسات بالا کی روشنی میں یہ مسئلہ خوب اچھی طرح روشن ہو گیا کہ سیر کرنے والے کا اصلی مقصود اپنے محل اقامت سے شرعی مسافت ۹۳؍کلومیٹر کی مقدار جانا ہے اور ارادہ مستقل و متصل سفر ہے تو بالیقین وہ شخص شرعاً مسافر ہوگا اور اس کے حق میں قصر کرنا واجب اور رباعی فرض نمازوں میں اتمام حرام ہوگا اور اگر سیر کرنے والوں کا ارادہ مستقل کسی ایسے مقام پر جو مسافت سفر کے دائرے میں نہ ہو تو اس صورت میں ہرگز مسافر نہ ہوں گے اور نہ ان کے لیے قصر جائز ہوگا، بالعموم لوگ اس سے غافل نظر آتے ہیں توجہ کی ضرورت ہے۔

سوال: کسی جگہ کا سفر کیا اور گمان کیا کہ وہ جگہ مسافت سفر سے کم پر ہے اس خیال سے نماز پوری پڑھیں بعد میں علم ہوا کہ وہ حد مسافت سفر پر واقع ہے قصر واجب تھا۔ اب پڑھی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس شخص نے نمازیں پوری پڑھنے میں ہر دو رکعت پر قعدہ کیا تھا تو اس کے ذمہ سے فرض ادا ہو گئی، اعادہ واجب نہیں، ہاں اگر کسی نماز کا قعدہ اولیٰ بھول گیا تھا۔ اور نماز سجدہ سہو کے ذریعہ پوری کی تھی تو اس نماز کا اعادہ ضرور واجب ہے۔
(درمختار ج:۲،ص:۷۳۳)

سوال: اگر کسی نے کسی شہر کا سفر کیا اس خیال سے کہ یہ شہر مسافت سفر ۹۲ ر کلومیٹر پر ہے نماز میں قصر کیا بعد میں پتہ چلا کہ یہ جگہ حد مسافت سے کم پر ہے۔ تو پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: شرعی مسافت کے مطابق وہ شخص مسافر نہ ہوا اور نہ اسے قصر جائز لہٰذا قصر سمجھ کر پڑھی ہوئی نمازوں کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے کہ سرے سے اس کی نماز ہی نہ ہوئی۔

جمع بین الصلوٰتین کا شرعی حکم

سوال: سفر کے دوران دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: سفر میں ہو خواہ حضر میں دو نمازوں کو اس طرح پڑھنا کہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں میں ادا ہوں مثلاً ۱۹ ر جولائی ۲۰۲۰ء کو ظہر کا آخر وقت پانچ بجے تک نماز ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھی اور اس کے بعد وقت ظہر ختم ہوا اور معاً عصر کا وقت آگیا اب عصر کی نماز اس کے اول وقت یعنی پانچ بجے کے بعد فوراً متصلاً پڑھ لی تو ظہر و عصر کی دونوں نمازیں صحیح ہوئیں کہ یہ دونوں نمازیں اپنے وقتوں میں واقع ہوئیں

مگر بظاہر صورت فعلاً وصورۃً (بصورت ادائیگی) مل گئیں جسے علمائے فقہ جمع صوری سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقہائے احناف نے اس صورت جمع کو مرض یا ضرورت سفر یا عذر شرعی مثلاً بارش وغیرہ کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے۔

مجدد اعظم امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز رقم طراز ہیں:

''تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلوٰتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے:

جمع فعلی جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادا میں مل جائیں جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقت عصر آ گیا اب فوراً عصر اول وقت میں پڑھ لی، ہوئیں تو دونوں اپنے اپنے وقت میں اور فعلاً وصورۃً (بصورت ادا) مل گئیں۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی (وقت مغرب ختم ہو گیا) عشاء کا وقت ہو گیا وہ پڑھ لی، ایسا ملانا بہ عذر مرض وضرورت سفر بلاشبہ جائز ہے۔''

(فتاوی رضویہ۔ ج:۵،ص:۱۶۰)

سوال: دوران سفر جہاں قصر جائز ہے وقت ظہر میں ہی نماز عصر پڑھ لینا کیسا ہے؟

جواب: دو نمازوں کو ملا کر بایں طور پڑھنا کہ دو نمازیں کسی ایک کے وقت میں ادا ہوں مثلاً وقت ظہر میں ظہر پڑھنا اور نماز عصر قبل از وقت وقت ظہر میں ہی پڑھ لینا یا یوں کہ ظہر کو اس کے وقت سے ٹال کر وقت عصر میں پہلے ظہر پھر نماز عصر پڑھنا فقہائے احناف کے نزدیک سفر ہو خواہ حضر، عذر ہو یا بے عذر یا کسی بھی حال میں ایسا ملا کر دو نمازوں کو پڑھنا جائز نہیں کہ بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے اور ہر نماز کے لئے ایک علاحدہ وقت شریعت مطہرہ میں متعین ہے۔ وقت متعین سے پہلے نماز پڑھ لیا تو نماز ہوئی ہی نہیں کہ ابھی اس کا وقت آیا ہی نہیں جو کہ وجوب نماز کے لیے سبب ہے یونہی نماز کا وقت معین گزار کر نماز پڑھی تو وہ نماز ہو تو گئی مگر ادا نہیں،

بلکہ قضا ہوئی جس کا گناہ بہرحال ہوا۔ یہ جمع نماز کی دوسری صورت ہے جسے اصطلاح میں جمع حقیقی کہتے ہیں۔

جمع نماز کی دوسری صورت ''جمع حقیقی'' کے سلسلے میں مجدد اعظم امام اہل سنت محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''دوسری قسم جمع وقتی ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اس جمع کے یہ معنی ہیں ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے۔ جسکی دو صورتیں ہیں:

① جمع تقدیم ② جمع تاخیر

جمع تقدیم وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اس کے ساتھ ہی متصلاً بلا فصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیشگی پڑھ لیں۔

جمع تاخیر پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت و اختیار قصداً اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا، پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اس وقت کی نماز ادا کریں گے، کسی (عام) صورت میں جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا نماز اخیر محض باطل و ناکارہ جائے گی، جب اس کا وقت آئے گا فرض ہوگی نہ پڑھے گا ذمے پر رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گناہ گار ہوگا عمداً نماز قضا کر دینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اتر جائے گا۔'' (فتاویٰ رضویہ۔ج:۵،ص:۱۶۲)

سوال: حجاج کرام عرفات میں ظہر و عصر اور وقوف مزدلفہ کے درمیان مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھیں یا نہیں؟

جواب: میدان عرفات میں ظہر و عصر کو یوں ہی مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھنے کا حکم ہے۔ یہ وہ دو خاص مقام ہیں جہاں صرف حجاج کرام کو صرف حج میں

عرفات کے اندر ظہر وعصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھنے کا حکم ہے ان کے سوا کسی بھی جگہ دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں پڑھنا جائز نہیں خواہ جمع تقدیم کی صورت ہو یا جمع تاخیر کی، یہ دونوں صورتیں احناف کے نزدیک قطعاً ناجائز ہیں۔

عرفات میں منفرد کے لیے ظہر وعصر کا جمع کرنا جائز نہیں

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

یہ ظہر وعصر ملا کر پڑھنا (عرفات میں) جبھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا ہے۔ جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا جائز نہیں اور جس حکمت کے لئے شرع نے یہاں ظہر کے ساتھ عصر ملانے کا حکم فرمایا ہے یعنی غروب آفتاب تک دعا کے لئے وقت خالی ملنا وہ جاتی رہے گی۔ (بہار شریعت۔ ح:٦، ص:١١٢٣)

حجاج کے لیے ضروری ہدایت

موسم حج کے پر بہار لمحات میں عموماً حاجیوں کی ذہن سازی کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اور حجاج کرام کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اگر حرمین شریفین جیسے مقدس ترین مقامات پر نمازوں کا اہتمام جماعت سے نہ کیا اور امام حرم کی اقتدا میں نماز نہ پڑھی تو حج نہ ہوگا، حاشا کلا ایسا نہیں یہ سراسر دھوکہ ہے حج کا نماز سے اور نماز کا حج سے باہم کوئی ایسا رشتہ نہیں کہ ایک دوسرے کی رعایت کئے بغیر وہ واقع نہ ہو۔ مثلاً کسی نے رمضان کا روزہ رکھا مگر سوئے قسمت کہ نماز ادا نہ کیا تو یقینی طور پر اس کا روزہ درست ہے گرچہ ترک نماز کا گناہ ہوا، یوں ہی حاجی اگر مقامات حرمین شریفین میں امام حرم یا عرفات میں سلطان یا اس کے نائب کی اقتدا میں ظہر وعصر کی نماز نہ پڑھی تو قطعاً ایسا نہیں کہ

اسلامی احکام کی روشنی میں اس کا حج صحیح نہ ہو بلکہ ارکان حج کو اس کی شرطوں کے ساتھ ادا کیا تو یقیناً اس کا حج صحیح ہو گیا۔ حج و نماز اسلام کی بنیادوں میں دو الگ الگ بنیاد ہیں اور دونوں ہی عبادتیں ایک انفرادی درجہ رکھتی ہیں یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ بے شک ایمان رکن اعظم ہے اور اسلام کے چاروں ارکان نماز، زکاۃ، حج اور روزہ کی بصحت ادائیگی کے لیے اہم شرط ہے۔ یعنی بندے کے تمام اعمال وافعال بغیر ایمان کے معتبر نہیں جب کہ ایمان یعنی توحید و رسالت کا اقرار اور اس کی تصدیق اعمال و افعال کے بغیر بھی مسلم ہے۔ مختصراً یوں سمجھیں کہ اعمال حقیقت ایمان میں داخل نہیں جیسا کہ عقائد نسفیہ اس کی صراحت موجود ہے۔

یہاں یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ عرفات ہو خواہ مزدلفہ یا کوئی اور مقدس جگہ جماعت سے کہیں اہم نماز کی حفاظت ہے اور صحت نماز کے لئے ضروری ہے کہ امام صحیح العقیدہ ہو، بدعقیدہ امام کے پیچھے جماعت تو کیا نماز تک نہ ہوگی، عموماً عرفات میں جو سلطان یا اس کا نائب امامت کے لیے آتا ہے اس کے عقیدے کا حال کسی پر مخفی نہیں۔ موسم حج میں نماز جیسے اہم ترین عبادت ہماری معمولی غفلت سے اکارت چلی جائے افسوس! اس موقع پر حجاج اہل سنت کو خاص توجہ دینے کی ضروت ہے تا کہ حج کے ساتھ نماز بھی صحیح طور پر ادا ہو۔

لہٰذا ضروری ہے کہ حج اور عرفات و مزدلفہ کے مقدس ترین لمحات میں جماعت کے پیچھے نہ پڑیں بلکہ اپنی صحیح نماز کی فکر کریں اور جب نماز ظہر کو اکیلے یا اپنی خاص جماعت کے ساتھ پڑھیں ایسی صورت میں ظہر کو ظہر اور عصر کو عصر کے وقت میں پڑھنا ہی ضروری ہے۔ ہاں! اگر ظہر کے آخر وقت میں نماز ظہر کو اور عصر کو عصر کے اول وقت میں پڑھی تو بھی جائز ہے۔ یہ جمع نماز کی پہلی صورت یعنی جمع صوری پر عمل ہوا جو احناف کے نزدیک صحیح ہے۔

تمت بالخیر

مسلک اہل سنت و جماعت (مسلک اعلیٰ حضرت) کا خالص ترجمان

مدرسہ اہلِ سنت گلشنِ رضا

- مسلک اہل سنت و جماعت المعروف مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور افکار رضا کو عام کرنے کے لیے ہمہ وقت سرگرم عمل ہے۔
- تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھپوا کر ملک و ملت میں مفت تقسیم کرنے کے لیے فکر مند رہتا ہے۔
- امام احمد رضا محدث بریلوی اور علمائے اہل سنت کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- دورِ حاضر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندی زبان میں دینی رسائل و ہنڈ بلس وغیرہ شائع کرنا۔
- دینی و ملی اور عصری خدمات اور اپنے منشورات کے خاطر خواہ تکمیل کے لیے ایک مستقل جگہ کے لیے سخت ضرورت مند ہے —— لہٰذا صدقات و عطیات سے نوازنا نہ بھولیں یقیناً آپ کا تعاون جہاد فی العلم میں معاون ہوگا۔

تقاضائے حُبِ رسالت

ایمان کی پختگی کے بعد عبادت و طاعت، فرائض و واجبات اور سنتوں کی ادائیگی میں استحکام حُبِ رسالت کا تقاضا ہے۔ جھنڈے، جلسے و جلوس اور میلاد النبی ﷺ کی خوشیوں کا اہتمام خوش عقیدگی کا مظہر ہے۔ اس کا انکار نہ کرے مگر شیطان۔ العیاذ باللہ

فقیر محمد مہتاب عالم قادری مصباحی

Published by :
AL-MAJLIS-UL-ISLAMI, Kanpur